MIRRAT UL ARIFEEN INTERNATIONAL

ماہنامہ

مرآۃ العارفین انٹرنیشنل

لاہور

جلد نمبر 22

شمارہ نمبر 05

ستمبر 2021ء، محرم الحرام/صفر المظفر 1443ھ

WWW.MIRRAT.COM

جوناگڑھ کا الحاق پاکستان

تاریخی دستاویزات کی روشنی میں جائزہ

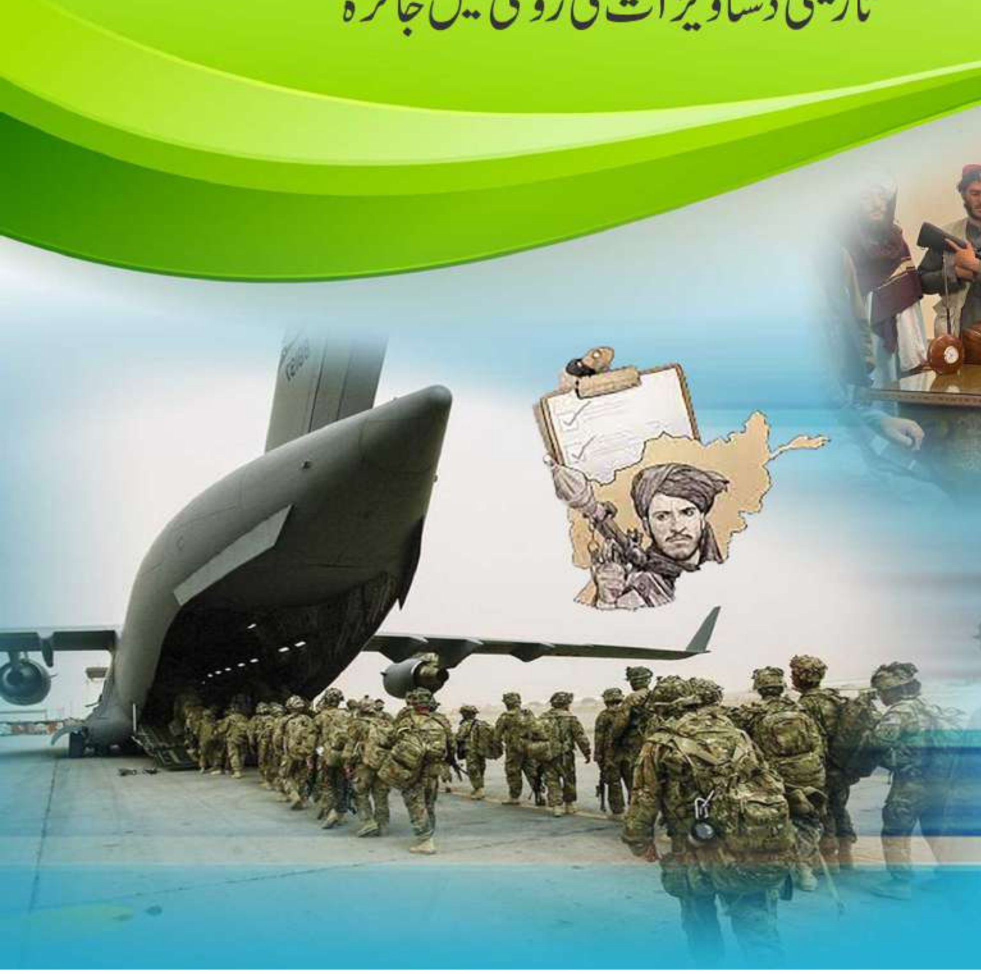

افغانستان کی حالیہ صورتحال

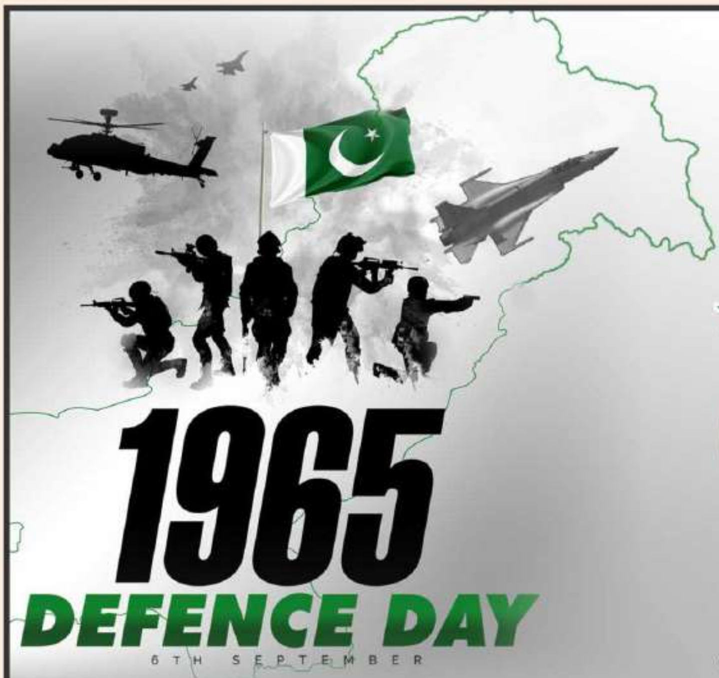

6 ستمبر
یومِ دفاع پاکستان

ہمیں ان عظیم شہداء اور غازیوں کی یاد دلاتا ہے

جنہوں نے جذبہ ایمانی اور اپنی جرأت سے یہ ثابت کیا کہ

مملکتِ خداداد پاکستان کا دفاع ناقابل تسخیر ہے۔

آئیں اس **یومِ دفاع** پہ ہم سب تجدیدِ عہد کریں کہ

مملکتِ خداداد کی نظریاتی و جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت کیلئے

ہم سب متحد ہیں اور آخری سانس تک ان کا دفاع کریں گے

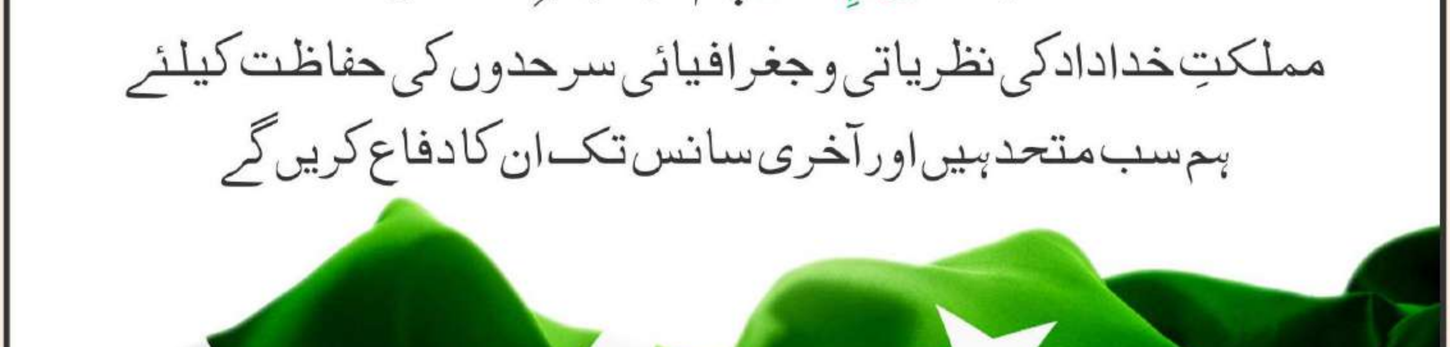

مسلسل اشاعت کا بائیسواں سال

MIRRAT UL ARIFEEN INTERNATIONAL

ماھنامہ مرآۃ العارفین انٹرنیشنل لاھور

ستمبر 2021ء، محرم الحرام/صفر المظفر 1443ھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

چیف ایڈیٹر
صاحبزادہ سلطان احمد علی

ایڈیٹر
طارق اسمٰعیل ساگر

فیضانِ نظر
سلطان الفقر
حضرت سخی سلطان
محمد اصغر علی صاحب
سروری قادری

نکل کر خانقاہوں سے ادا کر رسمِ شبیری (اقبال)

سلطان العارفین حضرت سلطان باھو کی نسبت سے شائع ہونے والا فلسفۂ وحدانیت کا ترجمان،
اصلاحِ انسانیت کا پیمبر، اتحادِ ملّتِ بیضا کے لئے کوشاں، نظریۂ پاکستان کی روشنی میں استحکامِ پاکستان کا داعی

اس شمارے میں

1 اقتباس		3
اداریہ		
2 دستک		4
قومی و بین الاقوامی		
3 جوناگڑھ کا الحاقِ پاکستان تاریخی دستاویزات کی روشنی میں جائزہ	محمد محبوب	5
4 ”جوناگڑھ ہے پاکستان“ یومِ آزادی کی مناسبت سے شاندار تقریب	ادارہ	12
5 اسلام کا نظریہ اعتدال پسندی	مسلم انسٹیٹیوٹ	14
گوشۂ درود		
6 عظمتِ دین: ”فلسفۂ شہادت امام حسین (رضی اللہ عنہ) کی روشنی میں	ادارہ	17
7 دُرُود و سلام: اہمیت، فضیلت اور آداب	مفتی محمد اسماعیل خان نیازی	19
تذکرہ		
8 الحافظ المؤرخ ابو عبد اللہ محمد بن ابی نصر فتوح الحمیدی (رحمۃ اللہ علیہ)	مفتی محمد صدیق خان قادری	29
گوشۂ تصوف و باھُو شناسی		
9 کلمہ طیب (تعلیماتِ صوفیاء کی روشنی میں) (قسط: 1)	لئیق احمد	33
10 حیات النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) (تعلیمات سلطان باھوؒ اور اقبالؒ کی روشنی میں)	وقار حسن	39
11 حیاتِ اولیاء و مراتبِ اولیاء: حضرت سلطان باھوؒ کی چند کُتب کے اقتباسات سے	حافظ محمد شہباز عزیز	42
12 شمس العارفین	مترجم: سید امیر خان نیازی	48
Abyat e Bahoo 13	Translated by: M.A Khan	49

ایڈیٹوریل بورڈ
- سجاد علی چوہدری
- محمد افضل عباس خان
- محمد سیف الرحمٰن

آرٹ ایڈیٹر
- محمد احمد رضا
- واصف علی

اندرون ملک نمائندے

اسلام آباد	مہتاب احمد
کراچی	لئیق احمد
فیصل آباد	ڈاکٹر غضنفر عباس
ملتان	شبیر حسین
لاہور	حافظ محمد ریحان
کوئٹہ	رسالت حسین
پشاور	سید حسین علی شاہ

بیرون ممالک نمائندے

ممالک	نمانندگان
اٹلی	چوہدری ناصر حسین
انگلینڈ	منظور احمد خان
ساؤتھ افریقہ	آصف ملک
سعودی عرب	مہر کریم بخش
سپین	محمد عقیل
فرانس	امجد علی
کینیڈا	ثقلین عباس
متحدہ عرب امارات	نصیر شاہ
ملائشیاء	محمد شفقت
یونان	محمد شکیل

فی شمارہ نیوز پیپر	فی شمارہ آرٹ پیپر
40 روپے	50 روپے
سالانہ (ممبرشپ) 480 روپے	سالانہ (ممبرشپ) 600 روپے

سعودی ریال	امریکی ڈالر	یورپین پونڈ
200	100	80

اپنی بہترین اور مؤثر کاروباری تشہیر کیلئے مرآۃ العارفین میں اشتہار دیجئے رابطہ کیلئے: 0300-8676572

برائے خط و کتابت ماہنامہ مرآۃ العارفین انٹرنیشنل P.O.Box No.11 جی پی او، لاہور E-mail: miratularifeen@hotmail.com
WWW.ALFAQR.NET, WWW.MIRRAT.COM

پبلشر سجاد علی چوہدری نے قاسم نعیم آرٹ پریس، بندر روڈ، لاہور سے چھپوا کر کمرہ نمبر-9، سیکنڈ فلور، اسلم آرکیڈ 16 میکورڈ روڈ لکشمی چوک لاہور سے شائع کیا

"اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ؕ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا" (الاحزاب:56)

"بیشک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی) پر اے ایمان والو ان پر درود اور خوب سلام بھیجو"۔

"حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) نے ارشاد فرمایا:

"وَصَلُّوْا عَلَیَّ فَاِنَّ صَلَاتَکُمْ تَبْلُغُنِیْ حَیْثُ کُنْتُمْ"

"اور مجھ پر سلام بھیجیں کیونکہ میں جہاں بھی ہوں تمہارے درود مجھ تک پہنچتے ہیں"۔ (سنن ابی داؤد، کتاب المناسک)

سرچشمہ محبوب سبحانی غوث الاعظم محی الدین

سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ

فرمان

"اے بیٹا! اندھے پن، جہالت اور غفلت کے ساتھ لوگوں سے میل جول مت رکھ بلکہ ان سے دل کی آنکھوں، علم اور بیداری کے ساتھ مل۔ اگر ان سے کوئی اچھی بات ملے تو ان کا ساتھ دے اور ان کی تابعداری کر، اگر ان میں کوئی قابل نفرت اور خلافِ شرع بات دیکھے تو ان کا ساتھ نہ دے، خود بھی ان سے بچ اور دوسروں کو بھی اس سے بچنے کی تلقین کر۔ اللہ عزوجل کے معاملے میں تم پوری طرح غفلت میں ہو۔ تمہارے لیے ضروری ہے کہ احکام الٰہی کی تعمیل کے لیے بیدار و ہوشیار رہو اور مسجدوں ہی میں ہو رہو اور حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) پہ کثرت سے درود و سلام بھیجو"۔

(الفتح الربانی)

سلطان العارفین

حضرت سلطان باھُو رحمۃ اللہ علیہ

فرمان

بسم اللہ اسم اللہ دا ایہہ بھی گہناں بھاراھو

نال شفاعت سرور عالم چھٹسی عالم ساراھو

حدوں بے حد درود نبی نوں جیندا ایڈ پساراھو

میں قربان تنہاں توں باھو جنہاں ملیا نبی سوہاراھو

(ابیاتِ باھُو)

فرمانِ قائدِ اعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ

ایمان، اتحاد، تنظیم

"ہماری عظیم اکثریت مسلمان ہے۔ ہم رسول خدا (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تعلیمات پہ عمل پیرا ہیں۔ ہم اسلامی ملّت و برادری کے رکن ہیں، جس میں حق، وقار اور خودداری کے تعلق سے سب برابر ہیں۔ نتیجتاً ہم میں اتحاد کا ایک خصوصی اور گہرا شعور موجود ہے"۔

(آسٹریلیا کی عوام سے نشری خطاب 19 فروری، 1948ء)

فرمانِ علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ

کافر ہندی ہوں میں دیکھ میرا ذوق و شوق

دل میں صلوٰۃ و درود، لب پہ صلوٰۃ و درود

شوق مری لے میں ہے، شوق مری نے میں ہے

نغمہ "اَللّٰہُ ھُوْ" میرے رگ و پے میں ہے

(بالِ جبریل)

افغانستان کی حالیہ صورتحال

افغانستان سے غیر ملکی افواج کے انخلاء کی ڈیڈ لائن 31 اگست 2021ء مقرر کی گئی لیکن اس سے قبل ہی صورتحال تیزی سے تبدیل ہو گئی ہے- امریکہ اور افغان طالبان کے درمیان "دوحہ امن معاہدہ" کے بعد بین الافغان مذاکرات میں تمام افغان دھڑوں کے درمیان کوئی ٹھوس اور واضح پیش رفت سامنے نہ آسکی جس کے نتیجے میں یکے بعد دیگرے کابل سمیت پورا افغانستان افغان طالبان کے زیر کنٹرول آ چکا ہے- افغانستان کے سابق صدر اشرف غنی صدارتی محل چھوڑ کر ملک سے بھاگ چکے ہیں اور افغانستان میں نئی حکومت کے قیام میں تیزی سے پیش رفت ہو رہی ہے جو امید کی جا رہی ہے کہ افغانستان کے بہترین مفاد میں ہو گی-

خطہ افغانستان کو "Graveyard of Empires" (سلطنتوں کا قبرستان) کہا جاتا ہے اور گزشتہ ڈیڑھ دو صدیوں میں دنیا نے اس بات کی صداقت کا بچشمِ عیاں مشاہدہ کیا ہے- طاقت کے زعم میں جب بھی بیرونی طاقتوں نے افغانستان پر قبضہ کی کوشش کی تو انہیں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا جس کی واضح مثال افغانستان کی حالیہ صورتحال ہے کہ جہاں پہلے برطانوی سامراج اور سوویت افواج کی ناکامی کے بعد اب امریکہ اور نیٹو کی سربراہی میں تاریخ انسانی کا سب سے بڑا فوجی اتحاد 20 سال کی کوشش کے بعد شکست کھا کر بھاگنے پہ مجبور ہوا ہے-

افغانستان میں 20 سالہ جنگ نے جہاں لاکھوں بے گناہ لوگوں کی ہلاکت کا مشاہدہ کیا وہیں لاکھوں افراد پناہ گزین کیمپوں میں پناہ لینے پر مجبور ہوئے- اب جب بیرونی طاقتوں کی بساط لپیٹی جا رہی ہے تو اس موقع پر بعض اہم ممالک کا انسانی حقوق کے متعلق بار بار خدشات کا ذکر اُن کے دوہرے معیار کو نمایاں کرتا ہے- یہیں یہ امر بھی باعث حیرت ہے کہ خطے میں ہندوتوا نظریات کے زیرِ اثر مقبوضہ جموں و کشمیر اور قابض اسرائیلی طاقت کے زیرِ تسلط سرزمینِ فلسطین میں ڈھائے جانے والے مظالم، قید و بند اور جنگی جرائم کے ارتکاب پر یہی طاقتیں پُراسرار اور مجرمانہ چُپ سادھے ہوئے ہیں- اس حقیقت سے واضح ہوتا ہے کہ انسانی حقوق کے متعلق خدشات دراصل سیاسی اور معاشی مفادات کے زیرِ سایہ پروان چڑھ رہے ہیں اور انہیں مخصوص طاقتیں اپنے مفادات کے حصول کیلئے استعمال کر رہی ہیں-

افغانستان جو بجا طور پہ ایشیا کے دل کی حیثیت رکھتا ہے اس کی موجودہ صورتحال تمام مسلم اُمہ کیلئے بہت اہمیت رکھتی ہے- اگر افغانستان کے اندرونی معاملات افہام و تفہیم سے طے نہیں ہو پاتے تو خدانخواستہ ایک بار پھر خانہ جنگی کے خطرات منڈلا سکتے ہیں- افغانستان میں امن سے جنوبی ایشیاء اور سنٹرل ایشیاء کے ممالک ایک دوسرے کے ساتھ علاقائی روابط میں جُڑ سکتے ہیں اور خطے میں تجارتی و معاشی سرگرمیوں کا نیا دور شروع ہو سکتا ہے-

گزشتہ چار دہائیوں سے جنگ و جدل اور کشت و خون سے بیزار افغان عوام سکھ کا سانس لینا چاہتے ہیں- افغانستان کی قیادت اور غیور عوام کے کندھوں پر بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ افہام و تفہیم اور جامع حکمتِ عملی سے باصلاحیت حکومت کا قیام عمل میں لائیں تاکہ دیرپا امن قائم ہو سکے- ہمسائیہ مسلم ملک ہونے کے ناطے اور گہرے مذہبی، ثقافتی و تاریخی تعلقات کے سبب پاکستان نے امن عمل کیلئے اپنا ہر ممکن کردار ادا کیا ہے اور آئندہ بھی کرتا رہے گا- تاہم یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ امریکہ اور نیٹو افواج کے قبضے کے دوران بھارت اپنے روایتی اوچھے ہتھکنڈوں سے باز نہیں آیا اور افغانستان کی سرزمین کو ہر طرح سے پاکستان کے خلاف استعمال کرنے کی کوشش کرتا رہا ہے- بالخصوص پاکستان میں دہشتگردی کی کاروائیوں اور دہشتگردوں کی پشت پناہی میں بھارت ریاستی سطح پہ ملوث ہے- ابھی بھی انہی کوششوں میں ہے کہ اس خطے کے معاشی استحکام کو ختم کیا جائے اور داسو، گوادر اور کراچی میں ہونے والی دہشتگردی کے حالیہ واقعات کے پیچھے بھی یہی بھارتی سوچ کار فرما ہے- افغانستان میں قائم ہونے والی نئی حکومت کے لئے ضروری ہے کہ اپنی سرزمین کو کسی دوسرے ملک کے خلاف استعمال نہ ہونے دیں- اور شاید یہی وجہ ہے کہ افغان حکومت گرنے کے باعث بھارتی میڈیا اپنی روایت کے مطابق پراپیگنڈا اور میں مصروف ہے کیونکہ انہیں خدشہ ہے کہ پاکستان کے مخالف افغانستان میں کی گئی ان کی سرمایہ کاری ڈوبتی نظر آ رہی ہے-

طویل مدتی افغانستان کے مستقبل کے متعلق مختلف پیش گوئیاں کی جا رہی ہیں وہیں یہ حقیقت بھی موجود ہے کہ قومیں اپنی تہذیب، ادب اور ثقافت کی بنیاد پہ پہچانی جاتی ہیں- افغانستان کی تعمیر و ترقی بھی ان کی اپنی تہذیب اور اپنی ثقافت کی حفاظت اور اسی بنیاد پہ معاشرے کے قیام پہ مضمر ہے- افغانستان کے باسیوں کو اپنے اسلامی تشخص، قبائلی شناخت و روایات، اقدار، مساوات اور جذبہ حُریت پر مبنی نظام کے تحت بسنے کا پورا پورا حق حاصل ہے- یہی پہچان پاکستان اور افغانستان کے عوام کو بھی قریب لاتی ہے- چاہے حضرت داتا گنج بخشؒ کا ذکر ہو، حکیم سنائی ہو، محمود غزنوی ہو یا احمد شاہ ابدالی، افغانستان کی تاریخ اور ادب ہی آج اس کی پہچان ہونا چاہئے- جو بھی طاقتیں اس شناخت اور نظریہ کے خلاف پراپیگنڈا پھیلانے میں مصروف ہیں انہیں افغانستان کے اندرونی معاملات سے دور رہنا چاہئے- افغانستان کے مسئلہ کا حل اور خطے کا امن افغان عوام اور افغان کلچر کو اپنی روایات کے مطابق اپنے میں رہنے دینے سے ہی ممکن ہے-

جونا گڑھ کا الحاق پاکستان

تاریخی دستاویزات کی روشنی میں جائزہ

محمد محبوب

ابتدائیہ:

برصغیر پاک و ہند کی آزادی کے وقت ہندوتوا، اکھنڈ بھارت اور توسیع پسندانہ عزائم کی حامل بھارتی قیادت نے انگریز سامراج کے ساتھ ساز باز کر کے قیام پاکستان کی مخالفت کی- تاریخ گواہ ہے کہ برطانوی پارلیمان میں ہونے والی تمام قانون سازی "متحدہ ہندوستان" کے مؤقف کو سپورٹ کرتی تھی- لیکن جب پاکستان کا قیام عمل میں آگیاتو بھارتی قیادت سازشوں اور ہتھکنڈوں سے پاکستان کے وجود کو مٹانے کی ناپاک کوششیں کرتی چلے آ رہی ہیں-

تاریخی طور پر حالیہ بھارتی قیادت کے نہ صرف متعدد ایسے بیانات بلکہ اقدامات کے حوالے بھی دیئے جاسکتے ہیں جن سے یہ مکروہ عزائم بے نقاب ہوتے ہیں- قیام پاکستان کی تشکیل کے وقت انگریز سامراج سے ساز باز کرنے کے بعد کئی مسلم اکثریتی علاقوں کی بھارت میں زبردستی شمولیت، شاہی ریاستوں کے حکمرانوں کو پاکستان سے الحاق کی خواہش پر دھونس اور دھاندلی سے دھمکیاں دینا اور بزورِ بازو ان کی ریاستوں پر قبضے، مہاجرین کا قتل عام، ناانصافی پر مبنی سرحدوں کی حد بندی، دفاعی اور اقتصادی اثاثوں کی تقسیم نمایاں ہیں-

ان سارے واقعات میں برصغیر کے آخری وائسرائے لارڈ ماؤنٹ بیٹن کے بھارتی قیادت سے گٹھ جوڑنے بھی ایک اہم کردار ادا کیا-لارڈ ماؤنٹ بیٹن پاکستان اور ہندوستان کے مشترکہ گورنر جنرل بنناچاہتے تھے- لیکن بانئ پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح (رحمۃ اللہ علیہ) کی اعلیٰ بصیرت نے ماؤنٹ بیٹن کے ارادوں کو بھانپتے ہوئے فوراً انکار کر دیا تھا- برطانوی مؤرخ ہیری ہڈسن نے اپنی معروف کتاب "گریٹ ڈیوائیڈ: بریٹن، انڈیا، پاکستان" میں لکھاہے کہ سردار ولبھ بھائی پٹیل نے وائسرائے لارڈ ماؤنٹ بیٹن کو "Basket full of apples" "سیبوں کی بھری ہوئی ٹوکری (شاہی ریاستوں کا انڈیا کے ساتھ الحاق کے بدلے گورنر جنرل شپ) آفر کی تھی-[1] اسی پیشکش کو قبول کرتے ہوئے لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے تقسیم ہند کے دوران ایک غیر جانبدارانہ کرادر ادا کرنے کی بجائے بھارتی آلہ کار کا بھرپور کردار ادا کیا-[2]

زیر نظر مضمون میں ہم بطور "Case Study" ریاست جونا گڑھ کا پاکستان کے ساتھ الحاق کا اہم تاریخی دستاویزات کی روشنی میں جائزہ لیں گے-

جس سے ہم یہ جاننے کی کوشش کریں گے بھارتی قیادت اور لارڈ ماؤنٹ بیٹن کے گٹھ جوڑ کی وجہ ریاست جونا گڑھ کے پاکستان کے الحاق کے فیصلے پر کس طرح نواب صاحب آف جونا گڑھ کو اپنا قانونی حق استعمال کرنے پر دھمکایا گیا-نواب صاحب کے غیر متزلزل اور اپنے الحاق پاکستان کے فیصلے پر ڈٹ جانے کا تذکرہ کریں گے- اس کے علاوہ بھارت کی جانب سے ریاست جونا گڑھ کی معاشی ناکہ بندی، فوجی محاصرہ اور چڑھائی، نام نہاد عارضی حکومت کا قیام اور دیگر اہم پہلوؤں کا جائزہ لیں گے-

قانون آزادی ہند 1947ء اور شاہی ریاستیں:

قانون آزادی ہند کے تحت برصغیر کی 570 کے قریب تمام شاہی ریاستوں کو تین اختیارات دیئے گئے تھے:

---

[1]Hodson mentioned this offer in his book See, Hodson, H.V. The Great Divide: Britain-India-Pakistan. London: Hutchinson & Co. 1969

[2]There are many evidence, but just we can imagine who they played their role in Boundary Commission. See, Khan, Hamid. Constitutional and Political History of Pakistan, 2nd ed. (Karachi: Oxford Press, 2009)

1. پاکستان کے ساتھ الحاق کر سکتی ہیں۔
2. بھارت کے ساتھ الحاق کر سکتی ہیں۔
3. یا شاہی ریاستیں اپنی آزاد حیثیت بر قرار رکھ سکتی ہیں۔[3]

اسی قانون کے تحت بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح اور مسلم لیگ نے واضح پالیسی اپنائی۔

”مسلم لیگ تمام ریاستوں کے حق کو تسلیم کرتی ہے کہ وہ اپنی مرضی سے اپنے مستقبل کا فیصلہ کریں۔ لیگ کسی شاہی ریاست پر ایک خاص اقدام اٹھانے پر دباؤ نہیں ڈالے گی“۔[4]

دوسری طرف کانگریسی رہنما شاہی ریاستوں کے نوابین پر بھارت میں شمولیت کے لئے دباؤ حتی کہ پاکستان کے ساتھ الحاق یا آزاد رہنے کی صورت میں دھمکیاں دیتے تھے۔ جواہر لال نہرو نے 18 اپریل 1947ء کو تمام ریاستوں کے نوابین کو اس طرح مخاطب کیا۔

”ایسی ریاست جو بھارت کے ساتھ الحاق نہیں کرے گی اسے دشمن ریاست مانا جائے گا اور اس کو اس اقدام کے سخت نتائج بھگتنا پڑیں گے“۔[5]

یہ صرف دو بیانات ہی نہیں ہیں بلکہ دو مختلف ذہنیتوں کا اظہار ہے، قائد اعظم کی بات اصول اور صداقت کی عکاس جبکہ پنڈت نہرو کی بات بد معاشی اور دھونس دھاندلی کی عکاس ہے۔ کانگریسی ایماء پر لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے آزادی ہند ایکٹ 1947ء سے انحراف کرتے ہوئے شاہی ریاستوں سے ”آزاد رہنے“ کا تیسرا آپشن چھینا اور ان کی جانب سے شاہی ریاستوں کے نوابین کو بھارت کے ساتھ زبردستی الحاق پر دباؤ ڈالا جاتا تھا۔[6]

نواب آف جونا گڑھ کا الحاق پاکستان کا فیصلہ:

14 اگست 1947ء کو قیام پاکستان کے ساتھ ہی نواب آف جونا گڑھ سر نواب مہابت خانجی نے سٹیٹ کونسل کی منظوری کے بعد پاکستان کے ساتھ الحاق کا فیصلہ کر دیا تھا۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر رہے کہ ریاست جونا گڑھ کی ایک سٹیٹ کونسل تھی جس میں مسلمانوں اور ہندوؤں کو نمائندگی حاصل تھی۔ ریاست جونا گڑھ کے اعلیٰ منصب دیوان آف جونا گڑھ (وزیر اعظم) پر بھی غیر مسلم شخصیات براجمان رہی ہیں[7]۔

ریاست جونا گڑھ کے الحاقِ پاکستان کا فیصلہ جونا گڑھ کے سرکاری گزٹ ”دستور العمل سرکار جونا گڑھ“ میں 15 اگست 1947ء کو ان الفاظ میں شائع ہوا۔

”جونا گڑھ حکومت کو گزشتہ چند ہفتوں کے دوران ڈومینین آف انڈیا یا پاکستان کے ساتھ الحاق کے انتخاب کرنے کا مسئلہ درپیش تھا۔اس حوالے سے ہر پہلو کو مد نظر رکھتے ہوئے انتہائی احتیاط سے کام لیا گیا ہے۔اس مسئلے کے ہر پہلو پر غور و خوض کرتے وقت ان بنیادی باتوں کو مد نظر رکھا گیا ہے کہ جونا گڑھ کے لوگوں کی مستقل فلاح و بہبود، ریاست کی سالمیت اور اس کی آزادی کی محافظت ہو۔اس سلسلے میں کافی غور و فکر اور تمام عوامل کا توازن رکھتے ہوئے (جونا گڑھ کی) ریاستی حکومت، پاکستان سے الحاق کرنے کے فیصلے کا اعلان کرتی ہے۔ریاست پر اعتماد ہے کہ حقیقی فلاح و بہبود کی خاطر اس فیصلے کا ریاست کے تمام وفادار رعایا خیر مقدم کریں گے“۔[8]

نواب صاحب آف جونا گڑھ، بانئ پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح کے نام 15 اگست 1947ء کو اپنے ایک خط میں ریاست جونا گڑھ کا پاکستان سے الحاق کے فیصلے کے بارے میں آگاہ کرتے ہیں:

”فضیلت مآب! میری حکومت نے پاکستان سے الحاق اور پاکستان کی دستور ساز اسمبلی میں شرکت کا فیصلہ کر لیا ہے۔ ----مہربانی سے توثیق فرمائیں“۔[9]

[3]The text of Indian independence act of 1947
[4]Ali, Muhammad. Emergence of Pakistan. Lahore: Research Society of Pakistan. 2009.
[5]ibid
[6]ibid
[7]Round Table Discussion on Junagadh: A Tragedy Lost In History by MUSLIM Institute https://muslim-institute.org/newsletter-rtd-junagadh.html
[8]Menon, V.P. The story of the integration of Indian states. London: Orient Longman.2014.
[9]Jinnah Papers Vol 5, Appendix 5, Document No 7.

اس کے فوراً بعد نواب صاحب آف جونا گڑھ نے محمد اسماعیل کو معاہدے کی شرائط اور گفت وشنید کیلئے پاکستان بھیجا- بانیٔ پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح نے جونا گڑھ کا پاکستان سے الحاق کے فیصلے کو قبول فرمایا اور پاکستان کی دستور ساز اسمبلی نے 15 ستمبر 1947ء کو اس فیصلے کی توثیق کر دی[10]

یوں آزادی ہند ایکٹ کے تحت جونا گڑھ پاکستان کا حصہ بن گیا- اس فیصلے کے تحت پاکستان کو ریاست جونا گڑھ کی طرف سے تین شعبہ جات دفاع، خارجہ پالیسی اور مواصلات کے اختیارات تفویض کئے گئے تھے-[11]

جونا گڑھ کے الحاق پاکستان پر بھارتی رد عمل اور اوچھے ہتھکنڈوں کا استعمال:

نواب صاحب آف جونا گڑھ نواب مہابت خانجی کے آئینی اور قانونی فیصلے کا احترام کرنے کی بجائے بھارتی حکومت نے غیر منصفانہ اور غیر قانونی رد عمل کا اظہار کیا- برصغیر پاک و ہند پر برطانوی قبضہ ختم ہونے کے بعد بھارت کی جانب سے ایک آزاد اور خود مختار ریاست جونا گڑھ کے اندرونی معاملات میں مداخلت اور دراندازی کی کوششیں کیں-[12]

اس فیصلے کے رد عمل میں بھارت قیادت خصوصاً لارڈ ماؤنٹ بیٹن، جواہر لال نہرو، مہاتما گاندھی، وی پی مینین اور سردار ولبھ بھائی پٹیل وغیرہ نے انتہائی اوچھے ہتھکنڈوں کا استعمال کیا- بھارت کے انہی چند نمایاں اقدامات کا آگے ہم ذکر کریں گے-

نواب صاحب آف جونا گڑھ پر بھارت کے ساتھ الحاق کیلئے دباؤ ڈالنا:

بھارت نے شروع دن ہی سے قانون آزادی ہند کے برعکس دوسری شاہی ریاستوں کی طرح نواب آف جونا گڑھ پر بھی بھارت کے ساتھ الحاق کرنے پر دباؤ ڈالنا شروع کر دیا تھا- لیکن نواب صاحب آف جونا گڑھ نواب سر مہابت خانجی الحاق پاکستان کے فیصلے پر استقلال اور استقامت سے ڈٹے رہے- آپ بانیٔ پاکستان کے نام اپنے پیغام میں لکھتے ہیں کہ:

”اخباری اطلاعات سے آپ کو علم ہو گیا ہو گا کہ جونا گڑھ (الحاق پاکستان کے فیصلے پر) ہر جانب تنقید کی بوچھاڑ ہو رہی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم اپنے ارادے پر قائم ہیں“-[13]

جب پاکستان نے الحاق جونا گڑھ کو قبول کر لیا تو جواہر لال نہرو اور دوسری بھارتی قیادت نے اس فیصلے کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا- نواب صاحب آف جونا گڑھ پر مزید دباؤ بڑھانے اور بھارت کے ساتھ الحاق کے لئے وی پی مینین 17 ستمبر 1947 کو جونا گڑھ آئے اور بھارتی حکومت کا پیغام اپنے ساتھ لائے جس میں واضح تھا کہ:

”جونا گڑھ پاکستان کے ساتھ الحاق پر نظر ثانی کرتے ہوئے بھارت کے ساتھ الحاق کرے“-[14]

ان تمام دھمکیوں اور دباؤ کے باوجود نواب مہابت خانجی اپنے عزم واستقلال سے اپنے فیصلے پر ڈٹے رہے-

ریاست جونا گڑھ کا فوجی محاصرہ:

17 ستمبر 1947ء کو لارڈ ماؤنٹ بیٹن کی صدرات میں ہونے والی کابینہ میٹنگ میں ریاست جونا گڑھ کے گرد فوجی محاصرہ اور کاروائی کا فیصلہ کیا گیا-

”بھارتی قیادت لارڈ ماؤنٹ بیٹن سے میٹنگ سے پہلے ہی جونا گڑھ پر فوجی کاروائی کا فیصلہ کر چکی تھی اور وہ چاہتے تھے کہ گورنمنٹ آف انڈیا جونا گڑھ کے معاملے پر کوئی کمزوری نہ دکھائے“-[15]

---

[10]Ali, Muhammad. Emergence of Pakistan. Lahore: Research Society of Pakistan. 2009

[11]The text of instrument of accession singed by Pakistan and Junagadh State

[12]The Indian of Independence act of 1947 said "The suzerainty of His Majesty over the (princely) Indian States lapses, and with it, all treaties and agreements in force at the date of the passing of this Act between His Majesty and the rulers of (princely) Indian States."So, after 15 August 1947, Junagadh was independent and sovereign state had its right to choice independent Decision.

[13]Jinnah Papers Vol 5.

[14]Menon, V.P. The story of the integration of Indian states. London: Orient Longman.2014

[15]Hodson, H.V. The Great Divide: Britain-India-Pakistan. London: Hutchinson & Co. 1969.

اس فیصلے کے بعد ریاستِ جوناگڑھ کے اردگرد فوجی محاصرے کیلئے بھارتی افواج کو تعینات کر دیا گیا تھا-

اسی طرح وی پی مینین کی سرپرستی میں "کاٹھیاواڑ ڈیفنس فورس" کا قیام بھی عمل میں لایا گیا تھا جو ریاست جوناگڑھ میں دہشت اور خوف وہراس پھیلانے کا کام کرتی تھی-

قائداعظم صاحب لارڈ ماؤنٹ بیٹن کے سامنے جوناگڑھ کے قریب فوجی محاصرے پر تنبیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اطلاع ملی ہے کہ پاکستان سے الحاق شدہ ریاست جوناگڑھ اور کاٹھیاواڑ کی دوسری ریاستوں کی سرحدوں پر ہندوستانی فوجوں کا اجتماع جمع ہو رہا ہے-----یہ اقدام جوناگڑھ کی خودمختاری یا اس کے علاقے میں خلل اندازی کو معاندانہ اقدام سمجھا جائے گا-----فوجیں کسی بہانے سے جوناگڑھ کے علاقے میں زبردستی داخل ہونے کی غلطی نہ کریں"-[16]

اس وقت کے دیوان آف جوناگڑھ سر شاہنواز بھٹو بانی پاکستان کے نام اپنے پیغام میں صورت حال سے آگاہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"پچھلے چند ہفتوں کے حالات وواقعات سے دکھائی دیتا ہے کہ ظلم وجبر کی ابتدا ہونے والی ہے- کانگریس نے انتہائی زہریلا پروپیگنڈا پھیلانا شروع کر دیا ہے- حکومت ہندوستان کے سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ نے کاٹھیاواڑ میں اعلیٰ آفیسرز بھیجے ہیں جو پولیس اور باقی ماندہ پرانی ریزیڈنسی کے عملے کی مدد سے متعدد والیان ریاست اور جاگیرداروں کو ڈرادھمکا کر اطاعت کرنے پر مجبور کر رہے ہیں"-[17]

ریاستِ جوناگڑھ کی معاشی ناکہ بندی:

چونکہ ریاست جوناگڑھ تین اطراف سے خشکی اور ایک طرف پانی سے گھری ہوئی تھی اس لئے ریاست جوناگڑھ کی درآمد کا انحصار انہی راستوں سے ہوتا تھا- بھارتی حکومت نے ریلوے لائن اور دیگر دوسرے راستوں کو بند کر کے ریاست جوناگڑھ کی معاشی ناکہ بندی (Economic Blocked) کر دی جس سے اشیاء کی آمد ورفت میں شدید قلت واقع ہوگئی تھی-

بھارت کے ان اقدامات کا دیوان آف جوناگڑھ سر شاہنواز بھٹو اِس طرح ذکر کرتے ہیں:

"حکومت ہندوستان نے ہمیں اشیائے خوردونوش اور دیگر لوازمات کا کوٹہ فراہم کرنے سے انکار کر دیا ہے- دو دن پہلے کول کنٹرولر نے کول کی فراہمی بند کر دی ہے جس کا مقصد ہمارے ریلوے کے نظام کو مفلوج کرنا ہے- اس طرح کے اقتصادی اقدامات اور پروپیگنڈہ کا مقصد ریاست کی غیر مسلم رعایا پر اثر انداز ہونا ہے انہیں ان کے مذہب، مقدس مقامات اور اداروں کا خوف دلایا جا رہا ہے حالانکہ نواب صاحب کی حکومت مختلف طبقات اور عقائد کے درمیان کسی قسم کا امتیاز روا نہیں رکھتی ہے"-[18]

عارضی حکومت کا قیام:

ہندوستان نے آج تک پروپیگنڈا کیا ہے کہ پاکستان نے کشمیر میں مسلح قبائل بھیج کر "سول ملیٹنسی" کا آغاز کیا، مگر تاریخی حقائق وشواہد اس بھارتی پروپیگنڈا کی نفی کرتے ہیں اور ہماری توجہ ولبھ بھائی پٹیل اور شامڑ داس گاندھی کی نگرانی میں جوناگڑھ میں داخل ہو کر دنگا فساد مچانے والے ان جتھوں کی طرف کرواتے ہیں جو گجرات کاٹھیاواڑ کے مختلف علاقوں سے کرائے پہ لائے گئے تھے- سر نواب مہابت خانجی کی طرف سے پاکستان سے الحاق جوناگڑھ پر کسی قسم کا سمجھوتہ نہ کرنے پر وی پی مینین کی سرپرستی میں ریاست جوناگڑھ میں فسادات کروانے کیلیے ممبئی میں ایک "عارضی حکومت" کا قیام عمل میں لایا گیا- جس کی صدارت شامڑ داس گاندھی کو سونپی گئی تھی- ممبئی میں عارضی حکومت کے قیام کے بعد اس کا دفتر جوناگڑھ کے قریب راج کوٹ میں منتقلی کے علاوہ رضاکاروں کے نام پر مسلح جتھوں کی ایک فورس تیار کی گئی- شامڑ داس گاندھی نے وی پی مینین کو یہ یقین دہانی کروائی کہ:

[16]Jinnah Papers Vol 5
[17]ibid
[18]ibid

"لوگ (مسلح جتھے) جوناگڑھ میں خود کو منظم کر کے مارچ کرنے (فسادات پھیلانے) اور قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے کے لئے تیار ہیں"۔[19]

راجکوٹ پہنچتے ہی شامڑ داس گاندھی اور اس کے مسلح جتھوں نے راجکوٹ میں "جوناگڑھ ہاؤس" پر قبضہ کر لیا۔ عارضی حکومت کے ان مسلح جتھوں نے بزورِ بازو اور قتل و غارت گری سے جوناگڑھ کے کئی علاقوں پر قبضہ کر لیا۔ حتیٰ کہ عید الاضحیٰ کے موقع پر رات گئے حملہ کیا گیا۔ جوناگڑھ پر قبضے کے دوران کتیانہ اور بانٹوا میں تباہی، لوٹ مار اور غارت گری کا بازار گرم کیا گیا۔ اس قتل و غارت گری اور لوٹ مار کا تذکرہ جوناگڑھ کی پاکستان میں قیام پذیر کمیونٹی سے ان کی اپنی آپ بیتی کی صورت میں سن کر کیا جاسکتا ہے۔

دیوان آف جوناگڑھ سر شاہنواز بھٹو بانی پاکستان قائد اعظم کے نام لکھتے ہیں:

"ہندوستان کی پشت پناہی سے کانگریس کی ان کاروائیوں کا نتیجہ بے گناہ لوگوں کے جانی اور مالی نقصان کی صورت میں ہوگا"۔[20]

ان مسلح جتھوں کی فوج کا تذکرہ کرتے ہوئے دیوان آف جوناگڑھ وزیر اعظم پاکستان لیاقت علی خان کے نام لکھتے ہیں کہ:

"ہماری رسد منقطع کر دی گئی ہے۔ جوناگڑھ کے لئے جام نگر اور دوسری بندرگاہوں سے اشیائے خوردونوش اور پٹرول کی سپلائی کو روک دیا گیا ہے۔ ہر طرف سے ہماری مواصلاتی روابط منقطع ہونے کا خطرہ ہے۔ اس خوف سے غیر مسلم رعایا جوناگڑھ سے ہجرت کر رہی ہے اور اسی دوران فساد زدہ بالائی ہندوستان سے مسلمان مہاجرین اپنی درد بھری داستانوں کے ساتھ یہاں داخل ہو رہے ہیں"[21]

بانی پاکستان کا لارڈ ماؤنٹ بیٹن کے بھارتی ایماء پر جوناگڑھ کے الحاق پر اعتراضات کے جوابات:

لارڈ ماؤنٹ بیٹن کی جانب سے اعتراضات پر مبنی خط کے جواب میں قائد اعظم محمد علی جناح انتہائی مدلل انداز سے ان کا جواب ارشاد فرماتے ہیں جن کا ہم خلاصہ بیان کریں گے۔

(ڈاکٹر زیڈ ایچ زیدی نے جناح پیپرز کی جلد نمبر پانچ میں تفصیل سے یہ ڈاکومنٹ شائع کیا ہے۔ اہلِ علم جانتے ہیں کہ ڈاکٹر زیڈ ایچ زیدی کا تحقیقی کام قائدِ اعظم پہ سند کا درجہ رکھتا ہے)۔

آپ کے بھیجے گئے تار میں اعتراضات بے بنیاد اور غلط فہمی پر مبنی ہیں:

1. ریاستوں کی حیثیت پر بارہا اتفاق کیا گیا ہے کہ اقتدارِ اعلیٰ کے سقوط کے بعد ہر ریاست آزاد اور خود مختار ہوگی اس لئے اب آپ نئے کلیات وضع کر کے ریاستوں کے آزادانہ حق انتخاب کو محدود کرنا چاہتے ہیں۔
2. ریاستوں کا مسئلہ علیحدہ طور پر طے ہوا تھا اور اس کی نوعیت بھی مختلف ہے۔ اس لئے جوناگڑھ کسی اور ریاست کی طرح پاکستان میں شامل ہونے کا حق رکھتی ہے جو اس نے استعمال کیا ہے۔
3. آپ کے اظہار رائے میں پاکستان کیلیے دھمکی پوشیدہ تھی۔ ہندوستان کو جوناگڑھ پر علاقائی یا کسی اور طرح کی خود مختاری کا حق حاصل نہیں ہے۔ یہ بات ہماری سمجھ سے بالاتر ہے کہ جوناگڑھ کا پاکستان سے الحاق کس طرح ہندوستان کی خود مختاری میں دخل اندازی اور باہمی تعلقات کی خلاف ورزی ہے۔
4. جہاں تک استصواب رائے کا تعلق ہے یہ معاملہ جوناگڑھ کے حکمران جو آئینی طور پر خود مختار کار اور وہاں کے عوام کے درمیان طے ہونے چاہیے۔ (بانی پاکستان جوناگڑھ کے الحاق پاکستان کی دستاویز کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ فرمارہے ہیں جس کے مطابق جوناگڑھ کے نواب کو دفاع، مواصلات اور خارجہ امور کے علاوہ خود مختاری حاصل تھی)۔
5. جوناگڑھ نے ہمیں وثوق اطلاع دی ہے کہ آپ کا یہ الزام بالکل غلط ہے کہ جوناگڑھ نے وسیع پیمانے پر تیاریاں شروع کی ہوئی ہیں۔ جوناگڑھ تو صرف چاہتا ہے کہ اسے امن اور سکون سے رہنے دیا جائے۔
6. اس کے بر خلاف ہماری اطلاع یہ ہے کہ "باہر کے لوگ" (یعنی شامڑ داس گاندھی زیر قیادت مسلح جتھے) جوناگڑھ کے اندر گڑبڑ کر رہے ہیں۔
7. جوناگڑھ کے دیوان کی طرف سے (حالات و واقعات کی آگاہی پر مبنی) تار کی نقل آپ کو بھیج رہا ہوں اور ہماری ذرائع

[19]Hodson, H.V. The Great Divide: Britain-India-Pakistan. London: Hutchinson & Co. 1969.
[20]Jinnah Papers Vol 5
[21]ibid

سے ملنے والی اطلاعات کے مطابق یہ تار صداقت پر مبنی ہے"۔(اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بانی پاکستان متعدد ذرائع سے لحہ بہ لحہ جوناگڑھ کے حالات وواقعات سے باخبر تھے)

8. تمام حقائق کی روشنی میں حکومت پاکستان کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ حکومت ہندوستان اپنی پالیسی اور عمل سے پاکستان کی خودمختاری میں دخل اندازی کر رہی ہے۔

9. پاکستان کے ہائی کمشنر نے سردار پٹیل کو اس معاملے میں حکومت پاکستان کی پالیسی سے آگاہ کر دیا تھا۔ اس کے بعد مزید مراسلت کی ضرورت محسوس نہیں کی گئی۔[22]

مناوادر پر قبضہ:

کاٹھیاواڑ کے بعد جوناگڑھ سے متصل مناودر نے بھی 21 ستمبر 1947ء کو پاکستان سے الحاق کیا تھا جس پر ہندوستان نے زبردستی فوجی طاقت سے قبضہ جمایا ہوا ہے۔(ریاست جوناگڑھ کے خود مختار حکمران کو "نواب صاحب آف جوناگڑھ" کہا جاتا تھا جبکہ ریاست مناوادر کے حکمران کو "خان صاحب آف مناوادر" کہا جاتا تھا)۔

خان صاحب آف مناودر قائداعظم کے نام لکھتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ میری ریاست مملکت پاکستان میں شامل ہو گئی ہے۔ مجھے فخر ہے کہ میرا تعلق اس برادری سے ہو گیا ہے جس کی بنیاد اسلامی مساوات، اخوت اور آزادی کے اصولوں پر ہے-----حکومت پاکستان کو جس صورتحال کا سامنا ہے میں اس سے بخوبی واقف ہوں۔ ----میری پر خلوص دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی برکتوں سے آپ کے ہاتھ مضبوط کرے تاکہ آپ شیطانی قوتوں سے نبرد آزما ہو کر آگے بڑھ سکیں"۔[23]

قائداعظم جواباً لکھتے ہیں:

"پاکستان کے لئے آپ کی نیک خواہشات کا شکریہ۔ مجھے یقین ہے کہ ہماری عوام کیلئے آپ کی ہمدردی، حمایت، باہمی اتحاد، نظم وضبط اور دوستوں کی مدد سے ہم پاکستان کی تعمیر اس طرح کر سکیں گے کہ وہ دنیا کی امن پسند اقوام کے ہم پایہ ہو جائے"۔[24]

پاکستان سے الحاق کے فیصلے پر وی پی مینین نے اپنے 19 ستمبر کے دورے کے دوران راجکوٹ میں خان صاحب آف مناودر پر بھارت کے ساتھ الحاق پر دباؤ ڈالا لیکن خان صاحب آف مناودر اپنے فیصلے پر قائم رہے۔ جوناگڑھ کے محاصرے کے دوران 22 اکتوبر کو بھارتی افواج نے ریاست مناوادر کی جانب پیش قدمی کرتے ہوئے پر تشدد کاروائی کے بعد خان صاحب آف مناودر کو قید کرنے کے علاوہ ریاست پر قبضہ کر لیا۔[25]

جوناگڑھ پر قبضہ:

طویل فوجی محاصرہ، معاشی ناکہ بندی، قتل و غارت اور لوٹ مار کے بعد بھارت افواج بزور طاقت ٹینکوں کے ساتھ ریاست جوناگڑھ میں 9 نومبر کو قبضہ کر لیا تھا۔[26]

وزیراعظم پاکستان لیاقت علی خان نے جواہر لعل نہرو کے نام اپنے پیغام میں بھارت کے جوناگڑھ کے قبضے کو عالمی قوانین کے منافی قرار دیتے ہوئے بھارتی فوج کے انخلاء کا مطالبہ کیا۔

"حکومت پاکستان کی طرف سے کسی بھی اور اختیار کے علم میں دیئے بغیر، ریاستی انتظامیہ کو سنبھالنے کیلئے آپ کی کاروائی اور بھارتی فوج بھیجنا، پاکستان کی سر زمین اور بین الاقوامی قانون کی واضح خلاف ورزی ہے۔ ہم جوناگڑھ کی انتظامیہ کو سنبھالنے اور بھارتی فوجوں کو جوناگڑھ پر قبضہ کرنے کیلیے بھیجنا پاکستان کے خلاف براہِ راست دشمنی کا عمل سمجھتے ہیں۔ ہم مطالبہ کرتے ہیں کہ آپ کو فوری طور پر اپنی افواج کو واپس لینا چاہیے اور انتظامیہ کا چارج صحیح

[22]Jinnah Papers Vol :5 Appendix 5 Document #: 57 & 60
[23]ibid, Appendix 5 Document No, 65.
[24]ibid Document No.18

[25]حبیب لاکھانی، الحاق جوناگڑھ - لاکھانی پبلیکیشن کراچی
[26]ایضاً

حکمران کو دیتے ہوئے یونین آف انڈیا کے لوگوں کو جونا گڑھ پر حملہ کرنے اور تشدد کی کاروائیوں سے باز رکھنا چاہیے"۔[27]

جوناگڑھ میں جعلی ریفرنڈم:

بزور طاقت ریاست جوناگڑھ میں بھارتی حکومت نے اپنی من مانی سے فروری 1948ء میں استصواب رائے کے نام پر ایک ڈھونگ ڈرامہ رچایا جس کے نتائج 99.1 فیصد ووٹ بھارت کے حق میں اور اس کی مرضی کے مطابق سامنے آئے۔ بھارت کا استصواب رائے کے نام پر رچایا ہوا ڈھونگ ڈرامہ درج ذیل وجوہات کی بنیاد پر بے بنیاد ثابت ہوتا ہے۔

1. آئینی اور قانونی طور پر پاکستان کا حصہ بننے کے باوجود بھارت جوناگڑھ پر بزور طاقت قابض ہوا۔
2. ریاست کا فوجی محاصرہ اور معاشی ناکہ بندی کی گئی۔
3. ریاست میں بھارتی سرکار کی پشت پناہی سے مسلح جتھوں اور غنڈہ گرد عناصر نے لا اینڈ آرڈر ہاتھ میں لیا۔
4. کافی طویل عرصے سے بھارتی فوج بندوق کی نالی پہ عوام کو مکمل طور پہ خائف کر چکی تھی تو استصواب رائے کرانا بے معنی ہوا کیونکہ جوناگڑھ کی آبادی زیر عتاب تھی۔
5. 1948ء میں اس وقت جوناگڑھ کے مسئلہ پر اقوام متحدہ میں ابھی بحث ہو رہی تھی کہ بھارت نے اپنی مرضی سے استصواب رائے کروادیا۔
6. کسی انٹرنیشنل مبصر کی غیر موجودگی، ریاست کے خود مختار حکمران اور حکومتِ پاکستان کی نمائندگی کے بغیر ہونے والا ریفرنڈم سوائے جبر زبردستی اور غصب کے کچھ بھی نہیں ہے۔

جوناگڑھ کا مسئلہ اقوام متحدہ میں:

جب بھارت نے انصاف کی دھجیاں بکھیرتے ہوئے پاکستانی سرزمین پر قبضہ کر لیا تو بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح نے انصاف کی فراہمی کیلئے اقوام متحدہ سے رجوع کیا۔جونا گڑھ کے مسئلے پر پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ سر ظفر اللہ خان نے اقوام متحدہ کو تفصیل سے اس مسئلے کی سنگینی سے متعلق آگاہ کیا۔اس وقت جوناگڑھ کے مسئلہ پر کئی سیشنز میں بحث بھی ہوتی رہی لیکن 7 دہائیوں کے گزرنے کے باوجود مسئلہ کشمیر کی طرح جوناگڑھ بھی اقوام متحدہ کے ایجنڈے پر حل طلب ہے۔[28]

اختتامیہ:

اس مضمون میں طوالت سے اختصار کرتے ہوئے مستند دستاویز سے حقائق کو بیان کرنے سعی کی گئی ہے۔جس سے واضح ہوتا ہے کہ تقسیم ہند کے وقت بھارتی قیادت کے توسیع پسندانہ، ہندوتوا اور اکھنڈ بھارت پر مبنی عزائم کسی سے ڈھکے چھپے نہیں تھے۔ بانی پاکستان اور بھارتی

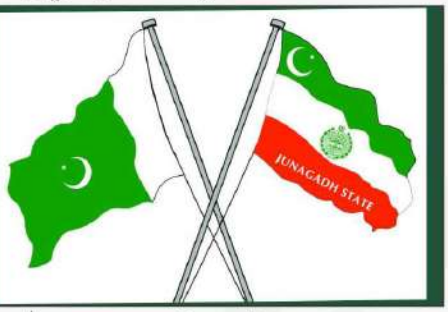

قیادت کے بیانات اور پالیسوں کا ہم اگر غیر جانبدارانہ موازنہ کریں تو بانی پاکستان وعدے اور اصولوں کے پکے اور قانون کی حکمرانی پیامبر نظر آتے ہیں جبکہ بھارتی قیادت غیر قانونی اور ناانصافی پر مبنی اقدامات کی پرچار نظر آتی ہے۔انہی کی سازشوں اور دھونس دھاندلی سے نہ صرف ریاست جوناگڑھ اور بلکہ مقبوضہ جموں و کشمیر بھارت کے غیر قانونی قبضے میں ہیں بلکہ سارا ساؤتھ ایشیا ایک وار زون بنتا جا رہا ہے، ساؤتھ ایشیا کا کوئی ملک ایسا نہیں جو بھارتی سازشوں اور توسیع پسندانہ عزائم سے بچا ہوا ہو۔اس میں کوئی بھی شک نہیں ہے کہ "1947ء سے مقبوضہ جموں و کشمیر اور ریاست جوناگڑھ تقسیم ہند کے نامکمل پہلو اور 1948ء سے اقوام متحدہ کے نامکمل ایجنڈے ہیں"۔[29]

آج عالمی برادری خصوصاً اقوام متحدہ کو ان دیرینہ مسائل کے انصاف پر مبنی حل کی جانب قدم بڑھانے کی ضرورت ہے کیونکہ سات دہائیاں گزرنے کے باوجود آج ان مسائل کا حل انتہائی ناگزیر ہو چکا ہے کیونکہ ان مسائل کے حل ہی سے جنوبی ایشیاء اور خطے کا دیرپا امن وابستہ ہے۔

☆☆☆

[27]Razzak, Abdul. Illegal occupation of Junagadh: A Pakistani Territory. Digital addition. 2011. Accessed December 15, 2020. www.memonbooks.com.

[28]To see discussion on Junagadh issue, Annual report of UNSC 1947-48. https://daccess-ods.un.org/TMP/8035472.03540802.html

[29]صاحبزادہ سلطان احمد علی: کشمیر کانفرنس 2014.

"جونا گڑھ ہے پاکستان"

یومِ آزادی کی مناسبت سے شاندار تقریب

ادارہ

جونا گڑھ ہاؤس کراچی کی جانب سے 14 اگست 2021ء کو کراچی میں "جشنِ آزادی پاکستان" پر تقریب کا انعقاد کیا گیا- عزت مآب نواب جہانگیر خانجی (نواب آف جونا گڑھ) نے تقریب کی صدارت کی جبکہ صاحبزادہ سلطان احمد علی (دیوان ریاستِ جونا گڑھ) نے قراردادِ جونا گڑھ پیش کی- مختلف مہمانان مقررین نے بھی تقریب سے اظہارِ خیال کیا- اے کے میمن (سی ای او کرٹسی مینجمنٹ) نے ماڈریٹر کے فرائض سر انجام دیئے-

میڈیا نمائندگان، محققین، تھنک ٹینکس کے نمائندگان، صحافیوں، ریاست جونا گڑھ کی اسٹیٹ کونسل کے ممبران اور زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے افراد نے تقریب میں شرکت کی-

مقررین کی جانب سے کیے گئے اظہارِ خیالات:

نواب آف جونا گڑھ عالیجاہ نواب محمد جہانگیر خانجی صاحب

میں آج کے دن ہندوستان کی فاشسٹ حکومت کو یہ پیغام دینا چاہتا ہوں کہ جونا گڑھ پاکستان تھا، ہے اور رہے گا- پاکستان کے پولیٹکل نقشے میں جونا گڑھ کو شامل کرنے پر میں وزیرِ اعظم پاکستان عمران خان صاحب کا خصوصی طور پر شکریہ ادا کرتا ہوں اور میں بتا دینا چاہتا ہوں کہ اُس (الحاق کے) وقت جونا گڑھ کی باقی برادریوں کی طرح ہندو برادری بھی پاکستان میں شمولیت کے حق میں تھی لیکن بھارت نے ریاست جونا گڑھ پر جبری قبضہ کر لیا-

دیوان آف جونا گڑھ صاحبزادہ سلطان احمد علی صاحب

متحدہ ہندوستان کا نعرہ بیسویں صدی کا سب سے بڑا فراڈ تھا، ہندوستان کی تقدیر میں آزادیٔ جونا گڑھ کو لکھ دیا گیا ہے- ہندوستان کا مستقبل اس میں بسنے والی تمام قوموں کو ان کے حقوقِ آزادی دینے میں ہے- جو حقوق کشمیر، خالصتان، مانی پور اور جونا گڑھ طلب کر رہا ہے- آج کے دن میں خراجِ تحسین پیش کرنا چاہتا ہوں عزتِ مآب نواب آف جونا گڑھ سر مہابت خانجی صاحب کو جنہوں نے اس تاریخی موقع کے اوپر پاکستان کے ساتھ الحاق کر کے جونا گڑھ کی 1200 سالہ اسلامی تاریخ پر مہرِ تصدیق ثبت کی- محرم الحرام ہمیں یہ یاد دلاتا ہے کہ بعض دفعہ یوں نظر آتا ہے کہ خیمے جل گئے، افراد شہید کر دیئے گئے، لوگ قیدی بنا دیئے گئے، لیکن اس کے باوجود بھی حق غالب آ کے رہا، غاصب لعنت کا اور شہید سلام کا مستحق ٹھہرا- جونا گڑھ پہ بظاہر بھارت نے قبضہ کر لیا لیکن اس کی حیثیت سوائے غاصب کے کچھ نہیں-

میں ہندوستان کی 74 سال سے غاصب سرکار کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ وہ وقت دور نہیں ہے جب جوناگڑھ میں ایک بار پھر سبز ہلالی پرچم لہرایا جائے گا-ہم حکومت پاکستان سے مطالبہ کرتے ہیں کہ 1972 کے صدارتی آرڈیننس میں تبدیلی کی جائے جو جوناگڑھ ریاست کی پاکستان کے ساتھ الحاق کی دستاویز کی شق 9 کے ساتھ براہ راست متصادم ہے کہ جس پر بانئ پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کے دستخط ہیں-15 ستمبر کو یوم الحاق جوناگڑھ سرکاری سطح پر منایا جائے جبکہ وفاقی اور صوبائی نصاب میں جوناگڑھ کا مسئلہ شامل کیا جائے تاکہ نوجوان نسل اس کاز سے آشنا ہوسکے-جوناگڑھ پاکستان ہے اور ہم یہ عزم کرتے ہیں کہ ہندوستانی تسلط سے ریاستِ جوناگڑھ کی آزادی تک ہماری جدوجہد پُر امن طریقے اور قانونی راستے سے جاری وساری رہے گی-

نوابزادہ علی مرتضیٰ خانجی صاحب

یومِ آزادی کے موقع پر میں پاکستان کے نوجوانوں اور جوناگڑھ کی تمام جماعتوں کو یہ پیغام دینا چاہتا ہوں کہ آپ اپنی صفوں کے اندر یکجہتی پیدا کریں اور جوناگڑھ کے مقصد کو زیادہ سے زیادہ ترویج دیں-انشاءاللہ وہ وقت دور نہیں جب جوناگڑھ سے بھارتی تسلط ختم ہوجائے گا-

تقریب کے دوران نواب صاحب اور دیوان صاحب نے پرچم کشائی کے ساتھ ساتھ پودا بھی لگایا-جبکہ میاں ناصر حیات مگوں (صدر ایف پی سی سی آئی)، حاجی حنیف طیب (سابق وفاقی وزیر)، احمد چنائی (سابق چیئرمین سی پی ایل سی)، اختر یونس عرفہ (چیئرمین ایم ایل ایف پاکستان)، طارق رنگون والا (انٹر نیشنل چیمبر آف کامرس)، حاجی مسعود پاریکھ (چیئرمین میمن خدمت فارم) بلال سلیم قادری (سنی تحریک) اور دیگر زعمانے بھی تقریب سے اظہارِ خیال کیا-

☆☆☆

(ویبینار رپورٹ)

اسلام کا نظریہ اعتدال پسندی

MUSLIM Institute

مسلم انسٹیٹیوٹ

مسلم انسٹیٹیوٹ نے آذربائیجان انسٹیٹیوٹ آف تھیالوجی کے تعاون سے 29 جون 2021ء کو ”اسلام کا نظریہ اعتدال پسندی“ کے عنوان پر ایک ویبی نار کا اہتمام کیا- میجر جنرل (ر) ڈاکٹر شاہد احمد حشمت (سابق پرنسپل نسٹ انسٹیٹیوٹ آف پیس اینڈ کنفلکٹ سٹڈیز) نے سیشن کی صدارت کی- صاحبزادہ سلطان احمد علی (دیوان ریاست جوناگڑھ و چیئر مین مسلم انسٹیٹیوٹ) نے خیر مقدمی کلمات اور آخر میں ہدیہ تشکر ادا کیا- اسسٹنٹ پروفیسر اجیل شیرینوو (ریکٹر آذربائیجان انسٹیٹیوٹ آف تھیالوجی) نے ابتدائی کلمات ادا کئے- مقررین میں راون حسانووو (ایگزیکٹو ڈائریکٹر باکو انٹرنیشنل ملٹی کلچرلزم سینٹر) ایسوسی ایٹ پروفیسر انار غفاروو (سربراہ شعبہ دینی علوم، آذربائیجان انسٹیٹیوٹ آف تھیالوجی)، سابق سفیر مس نغمانہ، پروفیسر ڈاکٹر عالیہ سہیل خان (سابق وائس چانسلر راولپنڈی ویمن یونیورسٹی) اور ایسوسی ایٹ پروفیسر ایلنورا عزیزوا (ڈین فیکلٹی آف تھیالوجی، آذربائیجان انسٹیٹیوٹ آف تھیالوجی) شامل تھے- حمزہ افتخار (پی ایچ ڈی سکالر جارجیا اسٹیٹ یونیورسٹی، یو ایس اے) نے ویبی نار میں ماڈریٹر کے فرائض سر انجام دیئے- محققین، طلباء، ماہرین تعلیم، تھنک ٹینکس کے نمائندگان، صحافیوں اور زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے افراد نے ویبی نار میں شرکت کی-

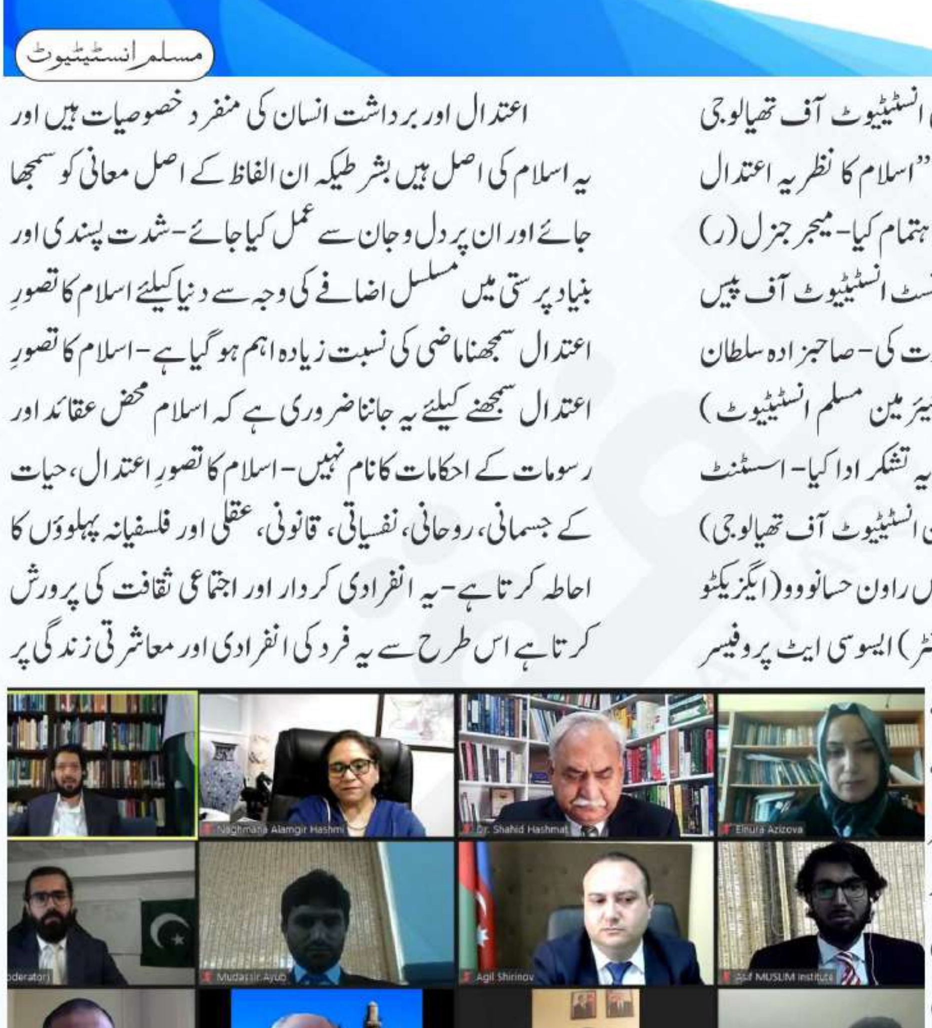

اعتدال اور برداشت انسان کی منفرد خصوصیات ہیں اور یہ اسلام کی اصل ہیں بشرطیکہ ان الفاظ کے اصل معانی کو سمجھا جائے اور ان پر دل و جان سے عمل کیا جائے- شدت پسندی اور بنیاد پرستی میں مسلسل اضافے کی وجہ سے دنیا کیلئے اسلام کا تصورِ اعتدال سمجھنا ماضی کی نسبت زیادہ اہم ہو گیا ہے- اسلام کا تصورِ اعتدال سمجھنے کیلئے یہ جاننا ضروری ہے کہ اسلام محض عقائد اور رسومات کے احکامات کا نام نہیں- اسلام کا تصورِ اعتدال، حیات کے جسمانی، روحانی، نفسیاتی، قانونی، عقلی اور فلسفیانہ پہلوؤں کا احاطہ کرتا ہے- یہ انفرادی کردار اور اجتماعی ثقافت کی پرورش کرتا ہے اس طرح سے یہ فرد کی انفرادی اور معاشرتی زندگی پر اثر انداز ہوتا ہے- اسلام کا تصورِ اعتدال، اجتماعی زندگی کی سماجی مصروفیات، سیاسی اقدامات، مذہبی عقائد، روحانی حقائق، ترقیِ تہذیب اور قوم کی تعمیر جیسے بین الاقوامی پہلوؤں کا بھی احاطہ کرتا ہے- مسلمان ”اعتدال“ کی اصطلاح کا استعمال کرتے ہیں جو قرآن مجید کے لفظ ”وَسَطًا“ سے اخذ کی گئی ہے- اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

مقررین کے اظہار خیال کا خلاصہ درج ذیل ہے:

"وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ" [البقرہ:143]

"اور (اے مسلمانو!) اسی طرح ہم نے تمہیں (اعتدال والی) بہتر امت بنایا تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو"۔

"اعتدال والی" امت کی بہترین مثال جو انصاف پسند، معتزز اور کامل ہو وہ اسلامی معاشرے کی وہ پہلی نسل جنہوں نے بلا واسطہ حضور نبی کریم (ﷺ) سے تعلیم اور تربیت حاصل کی، ان سے سمجھی جاسکتی ہے۔ اس بہترین اور مثالی معاشرہ کے دائرے میں صوفیاء بھی شامل ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ (ﷺ) کے عشق میں غرق ہیں اور ان کے پاکیزہ قلوب پر الہامی حقائق آشکار ہوتے ہیں۔ صوفیاء اللہ تعالیٰ کے سچے عاشق اور حضور نبی کریم (ﷺ) کی محبت میں فنا ہوتے ہیں۔ ان کے قلوب کا تزکیہ ہو جاتا ہے اور وہ نورِ نبوی (ﷺ) سے منور ہوتے ہیں۔

صوفیاء نرمی، عاجزی، برداشت، صبر، عفو و درگزر، روحانی عظمت، غصہ سے پاکی جیسی بہترین خصوصیات کا مظہر ہوتے ہیں۔ جو کوئی بھی اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے وہ نہ صرف اسی کی ساری مخلوق کو برداشت کرتا ہے بلکہ لازمی طور پر وہ ان سے محبت کرتا ہے۔ انسانیت سے محبت، اسی کی تعظیم اور انسانیت کی خدمت خالقِ کائنات اللہ رب العزت کی تعظیم اور اس کی بندگی کی علامت ہے۔ مولانا رومیؒ فرماتے ہیں:

"تم آجاؤ تم جو کوئی بھی ہو"۔

چاہے تم یہودی ہو یا عیسائی یا کہ مسلمان، تم گرجا گھر میں عبادت کرتے ہو یا کہ تم مندر یا مسجد جاتے ہو، آؤ اور کاروانِ محبت میں شامل ہو جاؤ۔ اسلامی اعتدال کی یہ مثال دنیا بھر میں خصوصی طور پر جنوبی ایشیا کی صوفی خانقاہوں سے عیاں ہوتی ہے جہاں بلا امتیاز سب کو کھانا کھلایا جاتا ہے۔ یہ کھانا عموماً دالوں سے بنا ہوتا ہے کیونکہ یہ دالیں ہندو، سکھ، عیسائی اور مسلمان سب کھا سکتے ہیں۔

صوفیاء کے اسی خیال کے پیشِ نظر حضرت سلطان باھوؒ فرماتے ہیں:

جیوندیاں جے مر رہناں ہووے تاں ویس فقیراں بہیئے ھو
جے کوئی سٹے گودڑ کوڑا وانگ اروڑی سہیئے ھو
جے کوئی کڈھے گالہاں مہنے اسنوں جی جی کہیئے ھو
گِلا اُلا ہماں بھنڈی خواری یار دے پاروں سہیئے ھو
قادر دے ہتھ ڈور اساڈی باھوؒ جیوں رکھے تیوں رہیئے ھو

صوفیاء لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے ہیں اور میثاقِ مدینہ کے مطابق ہم آہنگی اور بقائے باہمی کی ترویج کرتے ہیں۔ ان کے مطابق اللہ تعالیٰ کی توحید کا نظریہ سارے فرق ختم کر دیتا ہے۔ ایک صوفی ہمیشہ لوگوں کو تقسیم کرنے کی بجائے متحد کرتا ہے۔ متصوفانہ ادب میں صوفیاء بلا امتیازِ رنگ و نسل اور عقیدہ کے امن و آشتی کا پیغام دیتے ہیں۔ صوفیاء معتدل ماحول کی پرورش اور اختلافات کی نفی کیلئے ہمیشہ نظریہ توحید پر عمل فرماتے ہیں۔

1979ء میں ایرانی انقلاب کے پسِ منظر میں مغرب کا اسلام کے متعلق تصورِ اعتدال ابھر کر سامنے آیا۔ یہ تصورِ اعتدال بہت محدود، بہت آسان لیکن تنگ نظری پہ مبنی تھا۔ جبکہ مسلمانوں کا تصورِ اعتدال وسعت اور کثیر جہتی کو سموئے ہوئے ہے۔ یہ اُس سے قدرے مختلف ہے جیسا کہ اہلِ مغرب اس کے بارے میں سوچتے ہیں۔ مغرب کیلئے یہ ایک مذہبی تصور نہیں بلکہ یہ بنیاد پرست اور اعتدال پسند اسلام کے دو مختلف نظریات کی کشمکش ہے جو سمجھوتہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ مغرب خاص طور پر بنیاد پرست اسلام کے بارے میں سوچتا ہے اور اس کا موازنہ مغرب کے اعتدال پسند معاشروں سے کرتا ہے۔ بدقسمتی سے، یہ وہی وقت تھا جب افغانستان پر سوویت حملے ہوئے اور پھر امریکہ میں 9/11 کے واقعات نے اس بحث کو مزید بڑھا دیا۔

اعتدال ہمیں نسل، ثقافت، مذہب اور نظریات کے لحاظ سے تنوع کو اپنانا سکھاتا ہے۔ مہاجرین کی آمد نے جدید دنیا کو اعتدال پر عمل کرنا سکھایا۔ عالم گیریت کے آنے سے نقل مکانی میں آسانیاں ہوئیں تاہم نقل مکانی معاشرے میں کثیر ثقافتی مسائل کو جنم دے سکتی ہے۔ مغرب میں اسلاموفوبیا کے رجحان میں اضافہ ہوا ہے جیسا کہ پچھلے کچھ سالوں میں تشدد اور نفرت انگیز تقاریر کے زیادہ کیس درج ہوئے۔

جنوبی ایشیا نے آر ایس ایس نامی ہندوستانی تنظیم کے ہاتھوں بدترین مذہبی تشدد کا مشاہدہ کیا- جو کہ بی جے پی سرکار کو اپنا اثر و رسوخ استعمال کرتے ہوئے مکمل کنٹرول میں کئے ہوئے ہے- حالانکہ ہندوستان، گائے کے گوشت کے چند بڑے برآمد کنندگان میں سے ہے لیکن مسلمانوں کو وہاں پر گائے کو ذبح کرنے اور اپنے مذہب پر آزادانہ طور پر عمل کرنے کی اجازت نہیں ہے- بھارت کے نئے قانون این آر سی کے تحت بڑی تعداد میں مسلمانوں کو ہندوستانی شہریت سے محروم کر دیا گیا ہے- مسلمانوں کے تاریخی ثقافتی مقامات کو تباہ کیا جا رہا ہے- دوسری طرف اسلامی دنیا میں کچھ شر پسند عناصر ہیں جو محض اپنی کم علمی کی بنا پر کسی دوسرے فرقے کو تسلیم نہیں کرتے- علم کی عدم موجودگی اسلامی دنیا میں فرقہ وارانہ فسادات کی بنیادی اور بڑی وجہ ہے-

گزشتہ چند عشروں سے پاکستان نے شدت پسندی اور دہشتگردی کا سامنا کیا تاہم مجموعی طور پر پاکستانی قوم کی صوفی اقدار کی طرف جھکاؤ اور لچکدارانہ رویہ اور افواج پاکستان کی کاوشوں نے دہشتگردی کو شکست دینے میں کامیابی دی- اسی طرح ریاستِ پاکستان کا دہشتگردی کے خلاف "پیغامِ پاکستان" کے نام سے بیانیہ اپنی طرز میں انفرادی حیثیت رکھتا ہے- جس کی تائید بیک وقت پاکستانی قوم، مذہبی رہنماؤں اور ریاست کے اعلیٰ حکام نے کی- مذہبی فیصلے نے شدت پسندوں کے نظریات اور بیانات کو واضح طور پر مسترد کر دیا ہے جو دہشت گردی کے جواز کیلیے مذہب کا نام استعمال کرنے کی مذموم کوشش کر رہے تھے- پاکستان اور آذربائیجان دونوں اپنے نظریات میں تصوف کا رجحان رکھتے ہیں اور امن اور رواداری کا پیغام دیتے ہیں-

ہم اسلام کے حقیقی تصور کو تب ہی سمجھ سکتے ہیں جب ہم اسلام کی اصل اقدار اور شناخت کا مطالعہ کریں اور یہ صرف اس وقت ہی ممکن ہے جب اسلام ہر شعبے میں ہماری تحقیق کا حصہ ہو- مذہبی وسائل کا غلط استعمال بنیاد پرستی، انتہا پسندی اور عدم برداشت کی واحد وجہ نہیں ہے بلکہ سیاسی، سماجی اور معاشی پہلوؤں پر غور کرنا بھی ضروری ہے- کیونکہ ان پہلوؤں کے ذریعے، انسان اپنے مسائل کا مستقل حل تلاش کر سکتا ہے-

ادب، اخبارات، میگزین اور کتابیں مغرب میں اعتدال پسند اسلام کے خلاف بیانیے سے بھری پڑی ہیں- تاہم، بدقسمتی سے، اس حوالہ سے ہم جوابی بیانیہ پیش نہیں کر سکے- ہمیں اپنے نوجوانوں کو اسلام کی حقیقی تعلیمات اور اسلام کی روح کو سمجھانے کی کوشش کرنی چاہیے-

وقفہ سوال و جواب کا خلاصہ درج ذیل ہے:

ہم یہ سنتے ہیں کہ مسلمان انتہا پسند اور بنیاد پرست ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ہماری اپنی معلومات اسلام سے متعلق ناکافی ہیں- دوسری جانب مذہب کو سیاسی مقاصد کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے جس کی وجہ سے ایک بڑی تباہی آ سکتی ہے- مذہب

ایک ایسی شناخت ہے جس کی بنیاد پہ لوگوں کو اشتعال دلایا جا سکتا ہے اگر آپ مذہب کا حقیقی اور گہرا مفہوم نہیں جانتے- اس مسئلے کے حل کیلیے ہمیں چاہیے کہ ہم اسلام کی روح اور حضرت محمد (ﷺ) کی تعلیمات کو نصاب کا حصہ بنائیں- والدین اور اساتذہ کو صرف اس بات پہ بھی توجہ دینی چاہیے کہ بچے صرف قرآن مجید کی آیات کو یاد تو ضرور کریں ساتھ اس کا مفہوم بھی سمجھیں-

☆☆☆

عظمتِ دین

’’فلسفۂ شہادت امام حسین (رضی اللہ عنہ) کی روشنی میں

ادارہ

يَا آلَ بَيْتِ رَسُوْلِ اللهِ حُبُّكُمْ فَرضٌ مِّنَ اللهِ فِي الْقُرْآنِ اَنْزَلَهٗ
يَكْفِيْكُمْ مِنْ عَظِيْمِ الْفَخْرِ اِنَّكُمْ مَنْ لَّمْ يُصَلِّ عَلَيْكُمْ لَا صَلَاةَ لَهٗ

’’اے اہل بیت رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ کی محبت اللہ کی طرف سے فرض ہے جس کا حکم اس نے قرآن میں نازل فرمایا ہے- آپ کی عظمت و شان کے لئے یہی کافی ہے کہ جس نے آپ پر درود نہ پڑھا اس کی نماز نہ ہوئی‘‘-

گزشتہ برسوں کی طرح اس سال بھی آستانہ عالیہ شہباز عارفاں حضرت سخی سلطان محمد عبد العزیز صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) دربارِ عالیہ حضرت سخی سلطان باھو (رحمۃ اللہ علیہ) پہ 9 اور 10 محرم الحرام کی درمیانی شب کو نواسہ ٔ رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)، جگر گوشۂ بتول (رضی اللہ عنہا) سید الشہداء حضرت امام حسین (رضی اللہ عنہ) اور شہیدانِ کربلاء (رضی اللہ عنہم) کے عرس مبارک کا انعقاد (کورونا ایس و پیز کو مد نظر رکھتے ہوئے) ایک عظیم الشان اجتماع کی صورت میں کیا گیا- جس کی صدارت اِصلاحی جماعت کے سرپرست اعلیٰ جانشین سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد علی صاحب (مد ظلہ الاقدس) نے فرمائی جبکہ خصوصی خطاب اصلاحی جماعت کے سیکریٹری جنرل اور ریاست جونا گڑھ کے دیوان صاحبزادہ سلطان احمد علی صاحب نے فرمایا- خطابِ عالی کا مرکزی نکتہ قرآن و حدیث کے مستند حوالہ جات کے ساتھ ’’فلسفۂ شہادت امام حسین (رضی اللہ عنہ)‘‘ رہا جس میں صاحبزادہ صاحب نے فرمایا کہ واقعہ کربلا ایک زندہ تاریخ ہے جو ہمارے لئے اپنے اندر بے شمار اسرار و رموز پنہاں رکھتا ہے- اگر ہم پورے واقعہ کربلا کا خلاصہ اور شہیدانِ کربلا کے مقصود کو سمجھانے کے لئے ایک جملے میں بیان کرنا چاہیں تو وہ جملہ یہ ہو گا کہ: **’’امام عالی مقام اپنے کنبے سمیت دین کی سربلندی اور اعلائے کلمۃ الحق کیلئے قربان ہو گئے‘‘** اور یہ تاریخ کی سب سے بڑی قربانی ہے- یعنی واقعہ کربلا سے ہمیں دین کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے کہ دین کتنا اہم و عظیم ہے- یہ دینِ حق حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے پوری اُمت تک دو واسطوں کے ذریعے سے پہنچا ہے: صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) اور اہل بیت اطہار (رضی اللہ عنہم)- یعنی حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور امت کے درمیان دین کے حصول کا ذریعہ صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار (رضی اللہ عنہم) ہیں-

صاحبزادہ صاحب نے صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کی حقانیت و شانِ عظمت کو قرآن و حدیث کی روشنی میں بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ فرمانِ رب تعالیٰ ہے:

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ لا رَّضِيَ اللهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ط ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ [1]

اور مہاجرین اور ان کے مددگار (انصار) میں سے سبقت لے جانے والے، سب سے پہلے ایمان لانے والے اور درجۂ احسان کے ساتھ اُن کی پیروی کرنے والے، اللہ ان (سب) سے راضی ہو گیا اور وہ (سب) اس سے راضی ہو گئے اور اس نے ان کے لیے جنتیں تیار فرما رکھی ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں، یہی زبردست کامیابی ہے-

[1] (التوبہ:100)

محدثین و مفسرین حضرت جابر (رضی اللہ عنہ) سے ایک صحیح حدیث نقل کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ اللهَ اخْتَارَ أَصْحَابِيْ عَلَى الْعَالَمِيْنَ سِوَى النَّبِيِّيْنَ وَالْمُرْسَلِيْنَ وَ اخْتَارَ لِيْ مِنْ أَصْحَابِيْ أَرْبَعَةً يَعْنِيْ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَعَلِيًّا

”بیشک اللہ تعالیٰ نے نبیوں اور رسولوں کے علاوہ ساری دنیا سے میرے اصحاب کو چُن لیا ہے اور میرے اصحاب میں سے میرے لئے چار کو چُنا ہے یعنی حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی شیر خدا (رضی اللہ عنہم)“-

اسی طرح حقانیت و شانِ اہل بیت اطہار (رضی اللہ عنہم) کے متعلق فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

إِنَّمَا يُرِيْدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا[2]

بس اللہ یہی چاہتا ہے کہ اے (رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے) اہلِ بیت! تم سے ہر قسم کے گناہ کا مَیل (اور شک و نقص کی گرد تک) دُور کر دے اور تمہیں (کامل) طہارت سے نواز کر بالکل پاک صاف کر دے-

پروردہ رسول حضرت عمر بن ابی سلمہ سے روایت ہے کہ جب حضور نبی اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ”إِنَّمَا يُرِيْدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا“ تو مَیں اُس وقت حضرت اُم سلمہ کے خانہ اقدس میں تھا، حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت فاطمہ، امام حسن اور امام حسین (رضی اللہ عنہم) کو بلا کر چادر اوڑھا دی پھر بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا:

”اَللّٰهُمَّ هٰؤُلَاءِ أَهْلُ بَيْتِيْ فَأَذْهِبْ عَنْهُمُ الرِّجْسَ وَطَهِّرْهُمْ تَطْهِيْرًا“[3]

”اے اللہ! یہ میرے اہل بیت ہیں ان سے نجاست دور رکھ اور انہیں خوب پاک کر دے“-

دین اپنی حقانیت کے ساتھ انہی نفوسِ قدسیہ کی وساطت سے ہم تک پہنچا ہے اس لئے ہستیوں میں شک کرنا دین میں شک کرنے کے مترادف ہے- اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان دونوں واسطوں کی حقانیت کو قرآن کریم میں الگ الگ بیان فرمایا ہے تاکہ کوئی شک میں نہ رہے-

صاحبزادہ سلطان احمد علی صاحب نے آخر میں اپنی گفتگو کو سمیٹتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ آج بدترین فرقہ واریت پھیلائی جارہی ہے، لیکن یادرکھیں! جس پاک قرآن کی تلاوت سید الشہداء سیدنا امام حسین (رضی اللہ عنہ) نے نیزے کی نوک پہ فرمائی وہ پاک قرآن ہمیں محبت مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)، محبتِ آل مصطفےٰ و محبتِ اصحابِ مصطفےٰ اور ادب ازواجِ مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا درس دیتا ہے- اس لئے ہماری کیا مجال کہ ہم ان اولوالعزم ہستیوں کے بارے میں جھگڑیں، بلکہ ہماری تو کامیابی ہی ان ذواتِ مقدسہ کی خاکِ پا کو آنکھوں کا سرمہ بنالینا ہے- کیونکہ آقا کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا فرمانِ ذیشان ہے:

”اَثْبَتُكُمْ عَلَى الصِّرَاطِ اَشَدُّكُمْ حُبًّا لِأَهْلِ بَيْتِيْ وَلِأَصْحَابِيْ“[4]

”پل صراط پر تم میں سے زیادہ ثابت قدم وہ شخص رہے گا جو میرے اہلِ بیت اور میرے صحابہ سے زیادہ شدت سے محبت کرنے والا ہوگا“-

شہداءِ کربلا کے ختم شریف کے بعد حضور جانشین سلطان الفقر حضرت سخی سلطان محمد علی صاحب (دامت برکاتہم العالیہ) نے ملک و قوم کے لیے دعائے خیر فرماتے ہوئے اس حسین و بابرکت پروگرام کا اختتام فرمایا-

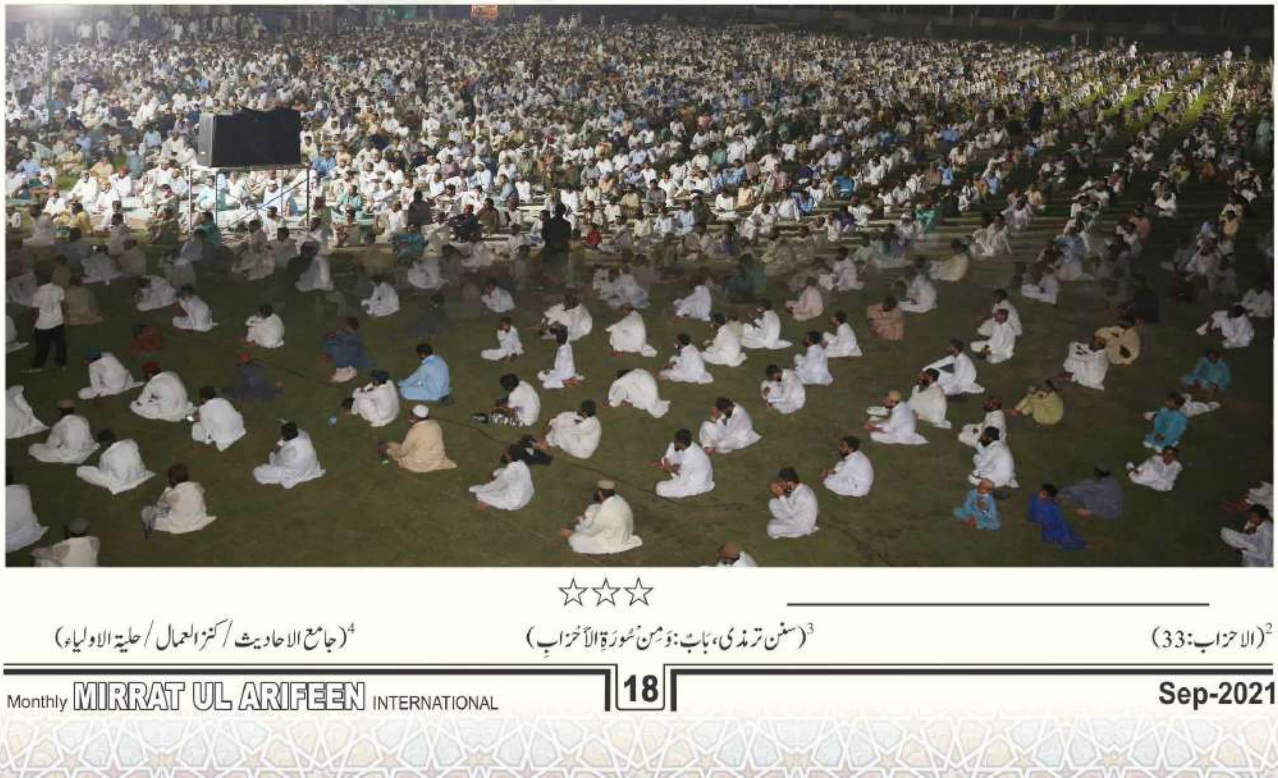

☆☆☆

[2](الاحزاب:33)

[3](سنن ترمذی، بابٌ: وَمِنْ سُورَةِ الأَحْزَابِ)

[4](جامع الاحادیث / کنز العمال / حلیۃ الاولیاء)

درُودِ و سلام
اہمیت، فضیلت اور آداب

مفتی محمد اسماعیل خان نیازی

"لیس شیء من العبادات أفضل من الصلاة على النبي (ﷺ)، لأن سائر العبادات أمر الله تعالى بها عباده. وأما الصلاة على النبي (ﷺ) فقد صلى عليه أولاً هو بنفسه، وأمر الملائكة بذلك، ثم أمر العباد بذلك"[1]

"حضور نبی کریم (ﷺ) کی ذاتِ اقدس پہ درود پاک پڑھنے سے افضل کوئی عبادت نہیں کیونکہ اللہ عزوجل نے اپنے بندوں کو تمام عبادات کا حکم فرمایا- جہاں تک حضور نبی کریم (ﷺ) کی ذاتِ اقدس پہ درود پاک پڑھنے کا تعلق ہے تو سب سے پہلے اللہ پاک نے خود پڑھا، فرشتوں کو اس کا حکم فرمایا، پھر اپنے بندوں کو اس کا حکم ارشاد فرمایا"-

اس لیے یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ کسی مسلمان کے سامنے تاجدارِ کائنات، خاتم الانبیاء شافع روزِ جزا حضور احمد مجتبیٰ (ﷺ) کا اسم مبارک آئے اور اس کے دل و دماغ ادبِ مصطفےٰ (ﷺ) سے جھک نہ جائیں- کیونکہ ہر مسلمان کے دل و دماغ میں اللہ عزوجل نے ادبِ مصطفےٰ (ﷺ) کو رقم فرمادیا ہے اور مسلمان کو جو عزت، رفعت اور عظمت حاصل ہے وہ فقط اللہ عزوجل کی عطا اور صاحب لولاک حضرت محمد مصطفےٰ (ﷺ) کی نظر عنایت ہے- جیسا کہ آقا کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا:

"وَإِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰهُ يُعْطِي"[2]

"عطا اللہ عزوجل کرتا اور تقسیم میں (محمد ﷺ) کرتا ہوں"-

اسی فرمان کی ترجمانی علامہ اقبال (رحمۃ اللہ علیہ) نے یوں فرمائی:

در دلِ مسلم مقامِ مصطفےٰؐ است
آبروِ ما ز نامِ مصطفےٰؐ است[3]

"ہر مسلم کے دل میں حضور نبی کریم (ﷺ) کا ادب و احترام ہے اور میری تمام آبرو و عزت نامِ مصطفےٰ (ﷺ) کی برکت کی وجہ سے ہے"-

دوسرے الفاظ میں کہا جاسکتا ہے کہ جس کے دل میں آقا کریم (ﷺ) کا ادب واحترام نہیں ہے وہ مسلمان ہی نہیں ہے-

یہی وجہ ہے کہ علامہ محمد اقبال (رحمۃ اللہ علیہ) سے پوچھا گیا کہ آپ کو دنیا "حکیم الامت" کہتی ہے آپ حکیم الامت کیسے بنے؟ علامہ محمد اقبال (رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا:

"کوئی بھی شخص اگر ایک کروڑ بار آقا کریم (ﷺ) پہ درود پاک کا نذرانہ بھیج دے رسول اللہ (ﷺ) اپنی بارگاہ اقدس سے اسے حکیم الامت کا منصب عطا کر دیتے ہیں اور میں نے کروڑ بار حضور نبی کریم (ﷺ) کی ذاتِ گرامی پہ درود پاک کا نذرانہ بھیجا تھا"-[4]

محبوب سے محبت کا تقاضا ہے کہ محبوب میں کوئی عیب نظر نہ آئے- جیسا کہ ابو درداء (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ سیدی رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا:

"حُبُّكَ الشَّيْءَ يُعْمِي وَيُصِمُّ"[5]

"کسی شئے کی محبت تم کو (اس کا عیب دیکھنے سے) اندھا کر دیتی ہے اور (اس کا عیب سننے سے) بہرا کر دیتی ہے"-

صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کی حیات مبارکہ محبت و عشقِ مصطفےٰ (ﷺ) سے عبارت تھی- جیسا کہ صلح حدیبیہ کے موقع پہ عُروہ (جو کفارمکہ کی طرف سے سفیر مقرر تھے) کہتے ہیں کہ اے لوگو! اللہ کی قسم! میں بادشاہوں، قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے پاس گیا ہوں اور

---

[1] السمرقندی، نصر بن محمد بن احمد بن إبراہیم، بحر العلوم، (المعروف تفسیر سمرقندی)، ج:3، ص:72

[2] البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، ایڈیشن اولی، (دار: طوق النجاۃ-1422ھ) کتاب العلم، بَابٌ: مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ، ج1، ص:25- رقم الحدیث: 71

[3] اسرارِ خودی

[4] ابو داؤد، سلیمان بن الأشعث، سنن اَبی داود، (بیروت: المکتبۃ العصریۃ، صیدا) كِتَابُ الْأَدَبِ، ج،4، ص:334، رقم الحدیث:5130

[5] ابو داؤد، سلیمان بن الأشعث، سنن اَبی داود، (بیروت: المکتبۃ العصریۃ، صیدا) كِتَابُ الْأَدَبِ، ج،4، ص:334، رقم الحدیث:5130

اللہ کی قسم میں نے ہر گز نہیں دیکھا کہ کسی بادشاہ کی اس کے لوگ اتنی تعظیم کرتے ہوں جتنی تعظیم (سیدنا) محمد (ﷺ) کے اصحاب محمد (ﷺ) کی کرتے ہیں- پھر اس نے اپنا آنکھوں دیکھا حال سنانا شروع کیا (اس نے بیان کرتے ہوئے کہا) جب بھی حضرت محمد (ﷺ) لعاب مبارک پھینکتے ہیں تو وہ ان میں سے کسی نہ کسی مرد کے ہاتھ میں ہی جاتا ہے پس وہ اس لعاب کو اپنے چہرے اور اپنے بدن پر ملتے ہیں اور جب وہ ان کو کسی کام کا حکم دیتے ہیں تو وہ سب تعمیل میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہیں اور جب وہ وضوء فرماتے ہیں تو ان کے وضوء کا بچا ہوا پانی لینے کیلئے اس طرح جھپٹتے ہیں کہ گویا ایک دوسرے کو قتل کر دیں گے اور جب آپ (ﷺ) گفتگو فرماتے ہیں تو ان کے سامنے وہ سب اپنی آوازوں کو پست کر دیتے ہیں اور ان کی تعظیم کے لئے ان کو نظر بھر کر بھی نہیں دیکھتے-[6]

اسی طرح جب غزوہ اُحد میں ایک انصار خاتون کے والد، بھائی اور شوہر شہید ہو گئے تو اس نے پوچھا کہ میرے حبیب سیدی رسول اللہ (ﷺ) کا کیا حال ہے؟ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) نے فرمایا کہ آپ (ﷺ) خیریت سے ہیں (لیکن تمہارے والد، بھائی اور شوہر مرتبہ شہادت پا گئے) تو صحابیہ رسول (ﷺ) نے جو ارشاد فرمایا (وہ دل کے کانوں سے سننے کے قابل ہے) فرمانے لگیں: مجھے دکھاؤ کہ رسول اللہ (ﷺ) کہاں ہیں؟ حتٰی کہ میں آپ (ﷺ) کی زیارت کر لوں جب اس نے آپ (ﷺ) کی زیارت کی تو فرمانے لگیں: آپ (ﷺ) کو سلامت دیکھنے کے بعد ہر مصیبت آسان ہے (اور مجھے کسی کی پروا نہیں)-[7]

یوں صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) نے عشقِ مصطفٰے (ﷺ) کی داستانیں رقم فرمائیں، بلکہ یوں کہیں تو بے جا نہ ہو گا کہ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کا تو اوڑھنا، بچھونا ہی حضور نبی کریم (ﷺ) کا عشق و محبت تھا، اختصار کی خاطر انہی واقعات پہ اکتفا کیا ورنہ کئی دفتر ان واقعات کو بیان کرتے ہوئے کم پڑ جاتے-

ان مذکورہ روایات کی روشنی میں عرض ہے کہ عشق کیلیے مقررہ اصول نہیں ہیں بلکہ بقول حضرت سلطان باھو (رحمۃ اللہ علیہ):

جت دِل ویکھے راز ماہی دے لگے اوسے بنّے ھو

یعنی جہاں محبوب کی رضا یقینی ہو عاشق وہاں جان، مال قربان کرنے سے دریغ نہیں کرتا-

غور فرمائیں! کیا صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کو پڑھایا گیا تھا کہ لعاب مبارک کو زمین پہ نہیں گرنے دینا ہے، وضو کا بچا ہوا پانی اپنے اجسام مبارکہ پہ ملنا ہے وغیرہ وغیرہ- ایسا کوئی صریح حکم مبارک تو نہیں تھا-

یاد رکھیں! محبتِ رسول مقبول (ﷺ) کے حصول کا ایک بہت بڑا ذریعہ ’’درود پاک‘‘ ہے- کیونکہ فطرتی اصول ہے کہ:

’’مَنْ أَحَبَّ شَيْئًا أَكْثَرَ ذِكْرَهُ‘‘[8]

’’جو کسی چیز سے محبت کرتا ہے وہ اس کا ذکر کثرت سے کرتا ہے‘‘-

اس لیے حضرت سلطان باھو (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں:

لُوں لُوں دے مُڈھ لکھ لکھ چشماں ہِک کھولاں ہِک کجّاں ھو
اِتنیاں ڈِٹھیاں صبر ناں آوے ہور کتے وَل بھجّاں ھو

عاشقِ رسول امام احمد رضا بریلوی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں:

کروں تیرے نام پہ جاں فدا
نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا
کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

درود پاک کی فضیلت واہمیت:

یہ عشق مصطفٰے (ﷺ) ہی ہے کہ حضور نبی کریم (ﷺ) کی ذاتِ اقدس پہ درود مبارک کے حوالے سے دیگر آئمہ دین کی طرح امام سخاوی (رحمۃ اللہ علیہ) نے ’’القَولُ البَدِيعُ فى الصَّلاةِ عَلَى الحَبِيبِ الشَّفِيعِ (صلی اللہ علیہ والہ وسلم)‘‘ لکھی، اس طرح درود پاک کی فضیلت میں مفسرین و محدثین نے بھی کئی ابواب رقم فرمائے ہیں، عاشقانِ مُصطفٰے (ﷺ) کی انہی نقل کردہ روایات مبارکہ سے چند روایات جمع کرنے کی سعی سعید کرتے ہیں:

1: حضرت علی بن ابی طالب (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ (ﷺ) کے ساتھ مکہ مکرمہ میں تھا تو ہم مکہ کے کسی گوشہ میں تشریف لے گئے تو جس درخت اور پہاڑ کا آقا کریم (ﷺ) سے سامنا ہوا اس نے (آپ (ﷺ) کی

[6] البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، ایڈیشن اولی، (دار: طوق النجاۃ-1422ھ) کِتَابُ الشُّرُوطِ، ج:3، ص:193- رقم الحدیث: 2731

[7] سعیدی، غلام رسولؒ، شرح صحیح مسلم، الطبع العاشر (لاہور، پاکستان، فرید بک سٹال) رجب: 1424ھ، ج:1، ص:432

[8] ملا علی القاری، علی بن (سلطان) محمدؒ (المتوفی: 1014ھ)، مرقاۃ المفاتیح (الناشر: دار الفکر، بیروت-لبنان)، باب: بَابُ الْحُبِّ فِي اللهِ وَمِنَ اللهِ، ج:8، ص:3131

بارگاہِ اقدس میں درود و سلام کا نذرانہ پیش کیا اور) پڑھا
"اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ"[9]

2: حضرت علی المرتضیٰ (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا:
"الدُّعَاءُ مَحْجُوبٌ عَنِ اللهِ حَتَّى يُصَلَّى عَلَى مُحَمَّدٍ، وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ"[10]
"دعا کو اللہ پاک کی بارگاہِ اقدس سے روک دیا جائے گا یہاں تک کہ (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور آل محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پہ درود پاک نہ پڑھ لیا جائے"۔

3: حضرت علی المرتضیٰ (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا:
"وَمَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً كَتَبَ اللهُ لَهُ قِيرَاطًا، وَالْقِيرَاطُ مِثْلُ أُحُدٍ"[11]
"جو مجھ پر ایک مرتبہ درورپاک پڑھتاہے اللہ پاک اس کے لیے ایک قیراط اجر لکھتاہے اور قیراط احد پہاڑ جتناہے"۔

4: سیدہ خاتونِ جنت حضرت فاطمۃ الزہراء (رضی اللہ عنہا) روایت بیان فرماتی ہیں کہ:
"جب سیدی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مسجد میں داخل ہوتے تو ارشاد فرماتے:
"صَلَّى عَلَى مُحَمَّدٍ وَسَلَّمَ"
(یعنی اپنی ذاتِ اقدس پہ درود پاک پڑھتے)
پھر ارشاد فرماتے:
"اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي ذُنُوبِي وَافْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ"
"اے اللہ عزوجل !میرے گناہ معاف فرما اور میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے"
اور جب باہر تشریف لاتے تو ارشاد فرماتے
"صَلَّى عَلَى مُحَمَّدٍ وَسَلَّمَ"
(یعنی اپنی ذاتِ اقدس پہ درود پاک پڑھتے)
پھر ارشاد فرماتے:
"اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي ذُنُوبِي وَافْتَحْ لِي أَبْوَابَ فَضْلِكَ"
"اے اللہ عزوجل میرے گناہ معاف فرما اور میرے لیے اپنے فضل کے دروازے کھول دے"۔[12]

5: حضرت امام حسین (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ سیدی رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا:
"اَلْبَخِيلُ الَّذِي مَنْ ذُكِرْتُ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ"[13]
"کنجوس وہ ہے جس کے سامنے میرا نام لیا جائے اور وہ مجھ پر درود پاک نہ پڑھے"۔

6: حضرت عبد اللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) سے مروی ہے فرماتے ہیں، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا:
"مَنْ نَسِيَ الصَّلَاةَ عَلَيَّ، خَطِئَ طَرِيقَ الْجَنَّةِ"[14]
"جو شخص مجھ پر درود پاک پڑھنا بھول گیا وہ جنت کا راستہ بھول گیا"۔

7: حضرت عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے، فرماتے ہیں:
"إِنَّ الدُّعَاءَ مَوْقُوفٌ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ لَا يَصْعَدُ مِنْهُ شَيْءٌ حَتَّى تُصَلِّيَ عَلَى نَبِيِّكَ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)"[15]
"دعا آسمان و زمین کے درمیان لٹکی رہتی ہے کوئی شئے اللہ عزوجل کی بارگاہ اقدس تک نہیں پہنچتی، جب تک رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر درود شریف نہ پڑھا جائے"۔

8: حضرت عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو سر بسجود پایا تو چپکے سے ایک طرف ہٹ گیا۔ جب آقا کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے سر اقدس اٹھایا تو ارشاد فرمایا:
"إِنَّ جِبْرِيلَ أَتَانِي فَقَالَ: مَنْ صَلَّى عَلَيْكَ مِنْ أُمَّتِكَ وَاحِدَةً، صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ عَشْرَ صَلَوَاتٍ، وَرَفَعَهُ عَشْرَ دَرَجَاتٍ"[16]
"(اے عمر) جبریل میرے پاس آئے اور انہوں نے آکر بتایا کہ جو امتی آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ایک مرتبہ درود پاک پڑھے گا اللہ عزوجل اس

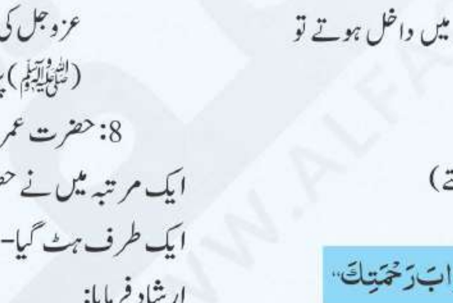

[9] سُنن الترمذی، ابواب المناقب، رقم الحدیث: 3626، ج: 05، ص: 593

[10] البیہقی، احمد بن الحسین، شعب الایمان، ایڈیشن اول، (الریاض: مکتبۃ الرشد للنشر والتوزیع، 1423ھ)، ج: 03، ص: 136

[11] عبد الرزاق بن ہمام بن نافع الحمیری، المصنف، ایڈیشن دوم، (بیروت: المکتب الاسلامی، 1403ھ)، رقم الحدیث: 51، ج: 01، ص: 51

[12] ابن کثیر، اِسماعیل بن عمر بن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، (الناشر: دار طیبۃ للنشر والتوزیع، 1420ھ) زیر آیت النور: 36، ج: 06، ص: 66

[13] الترمذی، محمد بن عیسیٰ، سنن الترمذی، ایڈیشن دوم، (الناشر: شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفےٰ البابی الحلبی۔ مصر (1395ھ)، رقم الحدیث: 3546، ج: 5، ص: 551

[14] ابن ماجہ، محمد بن یزید، سنن ابن ماجہ، (الحلب: دار احیاء الکتب العربیۃ) بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)، رقم الحدیث: 908، ج: 1، ص: 294

[15] سنن الترمذی، رقم الحدیث: 486، ج: 2، ص: 356

[16] ابن کثیر، اِسماعیل بن عمر بن کثیر، تفسیر القرآن العظیم، (الناشر: دار طیبۃ للنشر والتوزیع، 1420ھ) زیر آیت احزاب: 56، ج: 06، ص: 464

پہ (اپنی شایانِ شان) دس مرتبہ درود پاک پڑھے گا اور اس کے دس درجے بلند فرمائے گا"۔

9: حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ سیدی رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا:

"مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً وَاحِدَةً صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ عَشْرَ صَلَوَاتٍ، وَحُطَّتْ عَنْهُ عَشْرُ خَطِيئَاتٍ، وَرُفِعَتْ لَهُ عَشْرُ دَرَجَاتٍ"[17]

"جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود پاک پڑھتا ہے، اللہ عزوجل اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے اور اس کے دس گناہ معاف فرماتا ہے اور اس کے دس درجات بلند فرماتا ہے"۔

10: حضرت عبد اللہ بن مسعود (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ سیدی رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا:

"أَوْلَى النَّاسِ بِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَكْثَرُهُمْ عَلَيَّ صَلَاةً"[18]

"قیامت کے دن لوگوں میں سے سب سے زیادہ میرے قریب وہ ہوگا جس نے مجھ پہ درود پاک زیادہ پڑھا ہوگا"۔

11: حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا:

"مَا مِنْ أَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ إِلَّا رَدَّ اللهُ عَلَيَّ رُوحِي حَتَّى أَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ"[19]

"جو شخص مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ عزوجل میری روح مجھ پر لوٹا دیتا ہے حتی کہ میں اسے اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں"۔

12: حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا:

"رَغِمَ أَنْفُ رَجُلٍ ذُكِرْتُ عِنْدَهُ فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيَّ"[20]

"رُسوا ہو وہ شخص جس کے سامنے میرا نام لیا جائے اور وہ درود شریف نہ پڑھے"۔

13: حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا:

"جب چند لوگ کسی مجلس میں جمع ہوں اور اس میں اللہ عزوجل کا ذکر نہ کریں اور نہ اپنے نبی مکرم (ﷺ) پہ درود و سلام پڑھیں تو ان کی یہ مجلس قیامت کے دن ان کیلیے باعثِ حسرت و ملال ہوگی۔ پس اللہ عزوجل چاہے تو ان کو عذاب دے اور اگر چاہے تو انہیں معاف فرمادے"۔[21]

14: حضرت عبد اللہ بن ابو طلحہ (رضی اللہ عنہ) روایت بیان فرماتے ہیں کہ ایک دن سیدی رسول اللہ (ﷺ) تشریف لائے اور آپ (ﷺ) کے چہرہ اقدس پہ خوشی کے آثار نمایاں تھے۔ تو ہم نے عرض کی: یارسول اللہ (ﷺ)! بے شک ہم آپ (ﷺ) کے چہرہ مبارک پہ خوشی کے آثار دیکھ رہے ہیں۔ آپ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: میرے پاس ایک فرشتہ آیا ہے اور اس نے کہا:

"يَا مُحَمَّدُ، إِنَّ رَبَّكَ يَقُولُ: أَمَا يُرْضِيكَ أَنَّهُ لَا يُصَلِّي عَلَيْكَ أَحَدٌ إِلَّا صَلَّيْتُ عَلَيْهِ عَشْرًا، وَلَا يُسَلِّمُ عَلَيْكَ أَحَدٌ إِلَّا سَلَّمْتُ عَلَيْهِ عَشْرًا"[22]

"یا محمد (ﷺ)! بے شک آپ (ﷺ) کا رب فرمارہا ہے کیا آپ (ﷺ) اس بات پہ راضی نہیں ہیں کہ جو امتی آپ (ﷺ) پر ایک مرتبہ درود پاک پڑھے گا اللہ عزوجل اس پہ (اپنی شایانِ شان) دس مرتبہ درود پاک پڑھے گا اور آپ (ﷺ) کا جو امتی آپ (ﷺ) پر ایک مرتبہ سلام پڑھے گا اللہ عزوجل اس پہ (اپنی شایانِ شان) دس مرتبہ سلام پڑھے گا"۔

دیگر کئی روایات مبارکہ کی طرح اس روایت مبارک میں واضح صلوٰۃ و سلام کے الفاظ مبارک ہیں۔

15: حضرت فَضَالہ بن عُبَید (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور نبی رحمت (ﷺ) تشریف فرما تھے کہ ایک شخص آیا اور اس نے نماز پڑھی اور دعا مانگی: یا اللہ مجھے بخش دے مجھ پہ رحم فرما۔ آقا کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: اے نمازی تو نے بڑی جلد بازی سے کام لیا ہے، جب نماز پڑھ چکو تو بیٹھو، اللہ عزوجل کی ایسی حمد بیان کرو جیسے اس کی شایان شان ہے اور

---

[17] النسائی، اَحمد بن شعیب بن علیؒ، سنن النسائی، ایڈیشن دوم (حلب، مکتب المطبوعات الإسلامیۃ، 1406ھ)، باب: بَابُ الْفَضْلِ فِي الصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ (ﷺ)، ج:03، ص:50

[18] سنن الترمذی، بَابُ مَا جَاءَ فِي فَضْلِ الصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ (ﷺ)، رقم الحدیث:484، ج:2، ص:354

[19] ابو داؤد، سلیمان بن الاشعث، سنن اَبی داود، (بیروت: المکتبۃ العصریۃ، صیدا) کتَاب المناسک، ج:2، ص:218، رقم الحدیث:2041

[20] الترمذی، محمد بن عیسی، سنن الترمذی، ایڈیشن دوم، (الناشر: شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفٰے البابی الحلبی - مصر (1395ھ) رقم الحدیث:3545، ج:5، ص:550

[21] الترمذی، محمد بن عیسی، سنن الترمذی، ایڈیشن دوم، (الناشر: شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفٰے البابی الحلبی - مصر (1395ھ) رقم الحدیث:3380، ج:5، ص:461

[22] النسائی، اَحمد بن شعیب بن علیؒ، سنن النسائی، ایڈیشن دوم (حلب، مکتب المطبوعات الإسلامیۃ، 1406ھ)، باب: فَضْلُ التَّسْلِيمِ عَلَى النَّبِيِّ (ﷺ)، ج:03، ص:44

پھر مجھ پہ درود پاک پڑھو، پھر دعا مانگو- راوی فرماتے ہیں، پھر اس کے بعد ایک دوسرے شخص نے نماز پڑھی اور اللہ عزوجل کی حمد بیان کی اور حضور نبی کریم (ﷺ) پہ درود پاک پڑھا- تو سیدی رسول اللہ (ﷺ) نے اُسے ارشاد فرمایا:

"أَيُّهَا الْمُصَلِّي اُدْعُ تُجَبْ"[23]

"اے نمازی اب دعا مانگ، قبول ہو گی"-

اس حدیث مبارک سے علماء کرام نے اخذ کیا ہے کہ بعد از نماز ذکر و درود جائز و ضروری ہے-

16: حضرت سفیان بن عُیینہ (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ خلف (رحمۃ اللہ علیہ) نے بیان کیا کہ ان کا ایک دوست حدیث کا طالب علم تھا، وہ فوت ہو گیا- میں نے اسے خواب میں دیکھا کہ وہ سبز پوشاک پہنے گھوم رہا ہے- میں نے کہا کہ تم وہی میرے ہم مکتب نہیں ہو؟ میں تمہاری یہ حالت کیسی (خوش نما و خوش حال) دیکھ رہا ہوں؟ تو اس نے کہا میری یہ عادت تھی کہ جہاں محمد رسول اللہ (ﷺ) کا نامِ نامی لکھتا تھا وہاں درود شریف بھی لکھتا تھا-

"فَكَافَأَنِي بِهٰذَا الَّذِي تَرَى عَلَيَّ"[24]

"یہ جو کچھ تُو دیکھ رہا ہے میرے رب نے مجھے اس عمل کا بدلہ دیا ہے"-

17: حضرت عبد اللہ بن عبد الحکم (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ:

"میں نے امام شافعی (رحمۃ اللہ علیہ) کو خواب میں دیکھا- تو آپ (رحمۃ اللہ علیہ) سے پوچھا- اللہ عزوجل نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا؟ آپ (رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا: میرے رب نے مجھ پہ رحم فرمایا، مجھے بخش دیا، مجھے دلہن کی طرح آراستہ کر کے جنت میں بھیج دیا اور مجھ پہ پھول نچھاور فرمائے جس طرح دلہن پہ پھول نچھاور کیے جاتے ہیں- تو میں نے کہا: کہ یہ عزت اور شان تم کو کس وجہ سے ملی؟ تو اس نے کہا کہ اپنی کتاب "الرسالہ" میں جو حضور نبی رحمت (ﷺ) پر مَیں نے درود پاک لکھا ہے اُس کا یہ اجر ہے- تو میں نے کہا: وہ درود پاک کیسے ہے؟ تو فرمایا (وہ درود پاک یہ ہے):

"صلی اللہ علی محمد عدد ما ذکرہ الذاکرون وعدد ما غفل عن ذکرہ الغافلون"

"حضرت عبد اللہ بن حکم (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں: جب میں بیدار ہوا اور کتاب الرسالہ کو کھولا تو وہاں بعینہ اسی طرح درود پاک لکھا ہوا تھا"-[25]

روایت نمبر 1 اور اس روایت مبارک میں ان لوگوں کے لیے جواب ہے، جو پوچھتے ہیں کہ درود شریف صرف "درود ابراہیمی" ہے-

18: درود پاک کتنا اور کس وقت پڑھنا چاہیے- اس حدیث پاک میں باشعور حضرات کے لیے اس میں جواب مذکور ہے جیسا کہ حضرت اُبَی بن کَعب (رحمۃ اللہ علیہ) سے مَرْوی ہے کہ اُنہوں نے عرض کی: یارسول اللہ (ﷺ) میں تو آپ (ﷺ) پر بہُت زیادہ دُرُود شریف پڑھا کرتا ہوں، آپ (ﷺ) بتادیجئے کہ کتنا حصہ دُرود خوانی کیلیے مقرر کر دوں ؟ تو حضور نبی کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: "تم جس قدر چاہو مقرر کرلو" حضرتِ ابی بن کعب (رضی اللہ عنہ) نے عرض کی: میں اپنے اوراد و وظائف کا چوتھائی حصہ دُرود خوانی کے لیے مقرر کرلوں؟ تو سیدی رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: "تم جس قدر چاہو مقرر کرلو، اگر تم چوتھائی سے زیادہ حصہ مقرر کرلو گے تو تمہارے لیے بہتر ہی ہو گا"- حضرت ابی بن کعب (رضی اللہ عنہ) نے عرض کی: میں اپنے اوراد و وظائف کا نِصف حصہ دُرود خوانی کیلیے مقرر کرلوں؟ آپ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: "تم جس قدر چاہو مقرر کرلو اور اگر تم اِس سے بھی زِیادہ وَقْت مقرر کرلو گے تو تمہارے لیے بہتر ہی ہو گا"- حضرت ابی بن کعب (رضی اللہ عنہ) نے عَرض کی: میں اپنے اوراد و وظائف کا دو تہائی حصہ مقرر کرلوں؟ حضور نبی رحمت (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: "تم جتنا چاہو وَقْت مقرر کرلو اور اگر تم اِس سے زِیادہ وَقْت مقرر کروگے تو تمہارے لیے بہتر ہی ہو گا"- تو حضرت اُبی بن کعب (رضی اللہ عنہ) نے عرض کی: "میں اپنے اوراد و وظائف کا کل حصّہ دُرود خوانی ہی میں خرچ کروں گا"- تو آقا کریم (ﷺ) نے اِرشاد فرمایا:

[23] سنن الترمذی، رقم الحدیث:3476، ج:5، ص:516

[24] السخاوی، محمد بن عبد الرحمن بن محمدؒ، القَولُ البَدِيعُ في الصَّلاةِ عَلَى الحَبِيبِ الشَّفِيعِ (ﷺ)، (الناشر: دار الریان للتراث)، ج:01، ص:249

[25] السخاوی، محمد بن عبد الرحمن بن محمدؒ، القَولُ البَدِيعُ في الصَّلاةِ عَلَى الحَبِيبِ الشَّفِيعِ (ﷺ)، (الناشر: دار الریان للتراث)، ج:1، ص:66

"إِذًا تُكْفَى هَمَّكَ، وَيُغْفَرُ لَكَ ذَنْبُكَ"[26]

"(اگر ایسا کرو گے تو) دُرُود شریف تمہارے غموں کو دُور کرنے کیلیے کافی ہو جائے گا اور تمہارے تمام گناہوں کے لیے کفّارہ ہو جائے گا"۔

اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام جائز اوقات اور مناسب مقامات پہ ہر وقت درود پاک پڑھنا جائز بلکہ اولیٰ ہے۔

19: سیدی رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا:

"إزينوا مجالسكم بالصلاة على فإن صلاتكم على نور لكم يوم القيامة"[27]

"اپنی مجالس کو مجھ پہ درود پاک پڑھ کر مزین کرو مجھ پہ درود پاک تمہارے قیامت کے دن نور ہو گا"۔

20: حضرت عبد الرحمٰن بن عیسیٰ (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا:

"من صلى على فى يوم خمسين مرة صافحته يوم القيامة"[28]

"جو دن میں پچاس مرتبہ درود پاک پڑھتا ہے میں اس سے قیامت کے دن مصافحہ کروں گا"۔

21: حضرت ابو المواہب (رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ:

"میں نے آقا کریم (ﷺ) کی زیارت کی، حضور نبی کریم (ﷺ) نے مجھ سے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن تم ایک لاکھ بندوں کی شفاعت کرو گے۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ (ﷺ)! میں کیسے اس قابل ہوا؟ آپ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا: تم مجھ پر جو درود پاک پڑھتے ہو اس کا ثواب مجھے ہدیہ کرتے ہو"۔[29]

22: درود شریف کی اہمیت وفضیلت کا اندازہ امام سخاوی (رحمۃ اللہ علیہ) کے اس اقتباس سے بھی لگایا جاسکتا ہے فرماتے ہیں:

"بعض لوگوں نے حضور نبی کریم (ﷺ) پر درود پاک پڑھنے اور صدقہ کے بارے میں سوال کیا گیا کہ ان (درودپاک اور صدقہ) میں سے کون سی چیز افضل ہے تو فرمایا: "الصلاۃ علی محمد"

"حضور نبی کریم (ﷺ) پہ درود پاک"

دوبارہ سوال کیا گیا کہ چاہے صدقہ فرضی ہو یا نفلی تب بھی درود پاک افضل ہے تو فرمایا "ہاں" کیونکہ (اس کی دلیل یہ ہے) وہ فرض (یعنی درود پاک) جس کو اللہ پاک نے اپنے بندوں پہ فرض فرمایا ہے، خود بھی سرانجام دیا ہے اور اس کے فرشتوں نے بھی کیا ہے وہ اس فرض (صدقہ) کی طرح نہیں ہے جس کو صرف اپنے بندوں پہ فرض فرمایا ہے (پس فریضہ درود افضل ہے۔[30]

حضور رسالت مآب (ﷺ) کی ذاتِ اقدس پہ درود پاک کے حوالے سے مفسرین، محققین اور محدثین نے جہاں ابواب باندھے ہیں وہاں سلطان العارفین حضرت سلطان باھو (رحمۃ اللہ علیہ) نے بھی اپنے کتب مبارکہ میں مختلف مقامات پہ اس کے بارے میں اظہارِ خیال فرمایا ہے، ان میں سے یہاں صرف دو اقتباس لکھنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں:

1: "مبتدی یا متوسط یا منتہی طالب کو چاہیے کہ جب وہ طریقت میں قدم رکھے تو اپنی نگہبانی شروع کر دے اور اپنے حالات کو پہچانے، جب مستی چھانے لگے تو درود شریف پڑھنا شروع کر دے۔ اِس سے وہ سلامت رہ جائے گا"۔[31]

2: "عقلمند وہ ہے جو مجلسِ حضور میں آتے جاتے وقت درود شریف ولاحول پڑھ کر مجلسِ حق و باطل میں تمیز کر لیا کرے کیونکہ مجلسِ شیطان و دنیائے مردار میں یہ قوت ہرگز نہیں کہ لاحول پڑھنے کے بعد قائم رہ سکے"۔[32]

اب ہم ذیل میں دورد شریف کی فضیلت اور اس پہ اعتراضات کے جوابات (اللہ عزوجل کی توفیق سے) درج کرنے کوشش کرتے ہیں۔

---

[26] الترمذی، محمد بن عیسی، سنن الترمذی، ایڈیشن دوم، (الناشر: شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفٰی البابی الحلبی - مصر (1395ھ)، رقم الحدیث: 2457، ج:4، ص:636

[27] المناوی، محمد المدعو عبد الرؤوف بن تاج العارفین بن علی بن زین العابدین، فیض القدیر شرح الجامع الصغیر، (لناشر: المکتبۃ التجاریۃ الکبری، مصر، 1356ھ)، رقم الحدیث: 4580، ج:4، ص:69

[28] السخاوی، محمد بن عبد الرحمن بن محمدؒ، القَولُ البَدِيعُ في الصَّلاةِ عَلَى الحَبِيبِ الشَّفِيعِ (ﷺ)، (الناشر: دار الریان للتراث)، ج:01، ص:133

[29] احمد رضا خان، فتاویٰ رضویہ، (رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور)، ج:23، ص:122-123

[30] السخاوی، محمد بن عبد الرحمن بن محمدؒ، القَولُ البَدِيعُ في الصَّلاةِ عَلَى الحَبِيبِ الشَّفِيعِ (ﷺ)، (الناشر: دار الریان للتراث)، ج:01، ص:133

[31] عین الفقر [32] نور الھدیٰ

اہلِ علم و محبت سے چند باتیں:

اکثر لوگ علم کی کمی کے یا علمائے حق کی صحبت سے دُوری کی وجہ سے یہ گمان کئے ہوتے ہیں کہ درود تو صرف "درود ابراہیمی" ہے اور صالحین و علمائے حق کی صحبت و مجلس سے محرومی کی وجہ سے اس طرح کے گمان میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ بعد از اذان درود پاک پڑھنا چاہئے یا نہیں؟ جہاں تک پہلی کم علمی کا تعلق ہے تو اس کی تفصیل مذکورہ روایات مبارکہ میں عرض کر دی گئی ہے مزید اختصار کے ساتھ ایک روایت لکھنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں:

حضرت رُوَیْفِع بیان فرماتے ہیں کہ آقا کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا:

مَنْ صَلَّى عَلَى مُحَمَّدٍ وَقَالَ اللَّهُمَّ أَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَجَبَتْ لَهُ شَفَاعَتِي [33]

"جس نے یوں درود پاک پڑھا: اَللّٰھُمَّ أَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ" اس پر میری شفاعت واجب ہو گئی"۔

غور فرمائیں خود آقا پاک، صاحب لولاک (ﷺ) جو الفاظ مبارک اپنے غلاموں کو سکھا رہے ہیں وہ درود ابراہیمی کے علاوہ ہے تو معلوم ہوا درود ابراہیمی کے علاوہ باقی صیغوں اور مختلف الفاظ کے ساتھ نذرانہ درود و سلام جائز ہے۔

دوسرے سوئے ظن کی اِصلاح میں پہلی عرض تو یہ اللہ عزوجل کے اس فرمان مبارک:

"اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓىِٕكَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِیِّ ؕ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا" [34]

"بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں اس غیب بتانے والے (نبی) پر اے ایمان والو ان پر درود اور خوب سلام بھیجو"۔

غور فرمائیں! اس آیت مبارک میں مطلق درود پاک پڑھنے کا حکم مبارک ہے اور فقہی اصول ہے مطلق کو بغیر دلیل کے مقید نہیں کیا جا سکتا۔ جیسا کہ مفتی وقار الدین (رحمۃ اللہ علیہ) لکھتے ہیں: اس (آیت مبارک) میں درود و سلام پڑھنا ثابت ہے اس میں کسی خاص وقت اور حالت کی قید نہیں ہے، جس کا مطلب ہے کہ مسلمان جب اور جس ہیئت کے ساتھ چاہیں، اپنے نبی مکرم شفیع معظم (ﷺ) کی ذاتِ اقدس پہ درود پاک پڑھ سکتے ہیں"۔[35]

اسی چیز اور دیگر احکام کو بیان کرتے ہوئے اس آیت مبارک کی تفسیر میں مفتی احمد یار خان نعیمی (رحمۃ اللہ علیہ) لکھتے ہیں:

"اس سے چند مسئلے معلوم ہوئے ایک یہ کہ درود شریف تمام احکام سے افضل ہے کیونکہ اللہ عزوجل نے کسی حکم میں اپنا اور اپنے فرشتوں کا ذکر نہ فرمایا کہ ہم بھی کرتے ہیں تم بھی کرو سوائے درود شریف کے۔ دوسرے یہ کہ تمام فرشتے بغیر تخصیص ہمیشہ حضور نبی کریم (ﷺ) پہ درود شریف بھیجتے ہیں، تیسرے یہ کہ حضور نبی کریم (ﷺ) پر رحمت الٰہی کا نزول ہماری دعا پہ موقوف نہیں جب کچھ نہ بنا تھا تب بھی رب تعالیٰ حضور نبی کریم (ﷺ) پر رحمتیں بھیج رہا تھا۔ ہمارا درود شریف پڑھنا رب سے بھیک مانگنے کے لیے ہے۔ جیسے فقیر داتا کے جان و مال کی خیر مانگ کر بھیک مانگتا ہے۔ ہم حضور نبی کریم (ﷺ) کی خیر مانگ کر بھیک مانگتے ہیں۔ چوتھے یہ کہ حضور نبی کریم (ﷺ) ہمیشہ حیات النبی ہیں اور سب کا درود و سلام سنتے ہیں، جواب دیتے ہیں کیونکہ جو جواب نہ دے سکے اسے سلام کرنا منع ہے۔ مزید لکھتے ہیں درود شریف مکمل وہ ہے جس میں صلوٰۃ و سلام دونوں ہوں نماز میں درود ابراہیمی میں سلام نہیں ہے کیونکہ سلام التحیات میں ہو چکا اور نماز ساری ایک مجلس کے حکم میں ہے مگر نماز سے باہر درود پڑھو جس میں یہ دونوں ہوں"۔

دوسرا سوال پیدا یہ ہو گا کہ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کے دور مبارک میں تو اس طرح درود شریف کا اہتمام نہیں تھا اس لیے یہ بدعت ہے؟

اس کے جواب میں عرض ہے کہ

علّامہ ابن حجر عَسقلانی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں:

"قَالَ الشَّافِعِيُّ الْبِدْعَةُ بِدْعَتَانِ مَحْمُودَةٌ وَمَذْمُومَةٌ فَمَا وَافَقَ السُّنَّةَ فَهُوَ مَحْمُودٌ وَمَا خَالَفَهَا فَهُوَ مَذْمُومٌ" [36]

"امام شافعی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ بدعت کی دو اقسام ہیں: بدعتِ محمودہ یعنی حَسَنہ اور بدعتِ مَذمومہ یعنی سَیِّئہ۔ جو سنّت

---

[33] ملا علی القاری، علی بن (سلطان) محمدؒ (المتوفی: 1014ھ)، مرقاۃ المفاتیح (الناشر: دار الفکر، بیروت - لبنان)، بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ (ﷺ) وَفَضْلِهَا، ج:2، ص:750

[34] الاحزاب: 56

[35] محمد وقار الدین، وقار الفتاوٰی، (ناشر: بزم وقار الدین، گلستانِ مصطفےٰ - کراچی)، ج:04، ص:120

[36] ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی بن حجر، فتح الباری شرح صحیح البخاری، (بیروت: دار المعرفۃ، 1379ھ)، ج:13، ص:253

کے موافق ہو، وہ بدعتِ محمودہ (جس کی تعریف ہو یعنی پسندیدہ) اور جو سنّت کے خلاف ہو، وہ بدعتِ مذمومہ (جس کی مذمت کی جائے یعنی بُری و ناپسند) ہے"۔

بدعت کی یہی دو قسمیں رسولِ اکرم (ﷺ) کے اس فرمانِ مبارک سے بھی ماخوذ ہیں:

"مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً، فَلَهُ أَجْرُهَا، وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا بَعْدَهُ، مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْءٌ، وَمَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً، كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ، مِنْ غَيْرِ أَنْ يَنْقُصَ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ"[37]

"جس نے اسلام میں کوئی اچھا کام جاری کیا اور اُس کے بعد اُس پر عمل کیا گیا تو اسے اس پر عمل کرنے والوں کی طرح اَجر ملے گا اور عمل کرنے والوں کے اَجر و ثواب میں بھی کوئی کمی نہیں ہو گی اور جس نے اسلام میں کوئی بُرا طریقہ نکالا اور اُس کے بعد اُس پر عمل کیا گیا تو اسے اس پر عمل کرنے والوں کی مانند گناہ ملے گا اور عمل کرنے والوں کے گناہوں میں بھی کوئی کمی نہ کی جائے گی"۔

اس لیے علماء کرام نے بدعت کو پانچ اقسام "واجبة ومندوبة ومحرمة ومکروهة ومباحة" تک تقسیم فرمایا ہے اور ان میں سے ایک بدعت واجبہ بھی ہے جیسے قرآن پاک کے اعراب، دینی کتب کی پرنٹنگ وغیرہ (اگرچہ یہ بدعات ہیں لیکن محمودہ ہیں کیونکہ ان پہ عمل پیرا نہ ہونے کی وجہ سے مسلمان بہت بڑے روحانی اثاثے سے محروم ہو جائیں گے)۔ پس اس پر عمل کرنا واجب ہے کیونکہ:

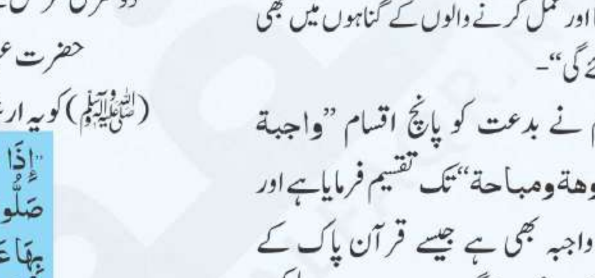

"فَمَا رَأَى الْمُسْلِمُونَ حَسَنًا، فَهُوَ عِنْدَ اللهِ حَسَنٌ"

"جس کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ عزوجل کے نزدیک بھی اچھا ہے"۔[38]

اور فقہی قاعدہ بھی ہے:

"أَنَّ الْأَصْلَ فِي الْأَشْيَاءِ الْإِبَاحَةُ"[39]

"اشیاء میں اصل یہ ہے کہ وہ مباح ہیں"۔

اس لیے جب تک کوئی ممانعت کی دلیل نہیں آتی۔ کسی چیز کو منع نہیں کر سکتے ۔ اس لیے سیدنا عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) نے ایک مرتبہ جب صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کو جماعت کے ساتھ تراویح پڑھتے دیکھا تو ارشاد فرمایا:

"نعمت البدعة هذه"[40] "یہ کتنی اچھی بدعت ہے"۔

اس لیے اگر ہم نئے کام پہ بدعت کہہ کر رد کرتے ہیں تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن پہ اعراب، رکوع و آیات کے نشانات، پرنٹنگ، کتبِ صحاح ستہ اور دوسری سینکڑوں کتب مبارکہ، فقہ کی تدوین، مدارس کا نصاب، درجہ بندی، دستار بندی، مدارس میں اجلاس کا انعقاد، آج کل کی سواریاں، عمارتیں، لباس اور جدید دور کی تمام سہولیات کو استعمال نہیں کر سکتے اور امت مسلمہ کو ایک بہت بڑے حرج کا سامنا کرنا پڑے گا۔

دوسری عرض ہے کہ مسلم شریف کی مستند روایت مبارک ہے:

حضرت عبد اللہ بن عمرو العاص (رضی اللہ عنہ) نے حضور نبی کریم (ﷺ) کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

"إِذَا سَمِعْتُمُ الْمُؤَذِّنَ، فَقُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُ ثُمَّ صَلُّوا عَلَيَّ، فَإِنَّهُ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ صَلَاةً صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا، ثُمَّ سَلُوا اللهَ لِيَ الْوَسِيلَةَ، فَإِنَّهَا مَنْزِلَةٌ فِي الْجَنَّةِ، لَا تَنْبَغِي إِلَّا لِعَبْدٍ مِنْ عِبَادِ اللهِ، وَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَنَا هُوَ، فَمَنْ سَأَلَ لِي الْوَسِيلَةَ حَلَّتْ لَهُ الشَّفَاعَةُ"[41]

"جب تم موذن کو سنو تو وہی کہو جو وہ کہتا ہے۔ پھر مجھ پر درود و سلام بھیجو، جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجے اس کے بدلے اللہ تعالیٰ اس پر دس بار رحمت بھیجتا ہے۔ پھر میرے لیے وسیلہ کی دعا کرو۔ (اللهم رب هذه الدعوة.....) یہ جنت میں ایک درجہ ہے جو اللہ کے بندوں میں سے صرف ایک بندے کو ملے گا اور مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہوں جس نے میرے لیے وسیلہ مانگا اس کے لیے میری شفاعت واجب ہو گئی"۔

[37] القشیری، مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم (بیروت، دار احیاء التراث العربی)، ج:02، ص:704

[38] احمد بن محمد بن حنبل، مسند الإمام احمد بن حنبل (بیروت، مؤسسۃ الرسالۃ، 1421ھ)، باب: فَضَائِلُ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ (رضی اللہ عنہ)، رقم الحدیث: 541، ج:1، ص:367

[39] سرخسی، محمد بن أحمد، المبسوط (بیروت: دار المعرفۃ، 1414ھ)، کتاب الاکراہ، ج:24، ص:77

[40] امام مالک، مالک بن أنس بن مالک بن عامر الأصبحی، موطأ الامام مالک، (بیروت، لبنان: دار إحیاء التراث العربی، 1406ھ)، ج:1، ص:114

[41] القشیری، مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم (بیروت، دار إحیاء التراث العربی)، کِتَابُ الصَّلَاةِ، ج:1، ص:288

تاجدارِ کائنات (ﷺ) کے اسم مبارک سن کر انگوٹھے چومنے کا ثبوت:

لب پر آجاتا ہے جب نامِ جناب منہ میں گھل جاتا ہے شہدِ نایاب
وجد میں ہو کے ہم اے جاں بیتاب اپنے لب چُوم لیا کرتے ہیں

امام عجلونی (رحمۃ اللہ علیہ) امام دیلمی کے حوالے سے حضرت ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) سے روایت مبارک نقل فرماتے ہیں کہ:

جب آپ (رضی اللہ عنہ) نے مؤذن کو کہتے سنا "أشهد أن محمد رسولُ الله" آپ (رضی اللہ عنہ) نے بھی اسی طرح کہا اور اور آپ (رضی اللہ عنہ) نے اپنی دونوں انگوٹھوں کے ناخنوں کو چوما اور اپنی آنکھوں پہ لگایا تو حضور نبی کریم (ﷺ) نے ارشاد فرمایا:

"مَنْ فَعَلَ فِعْلَ خَلِيلِي فَقَدْ حَلَّتْ لَهُ شَفَاعَتِي"

"جس نے اس طرح کیا جس طرح میرے دوست نے کیا تو اس پہ میری شفاعت واجب ہو گئی"۔[42]

اگر سوال پیدا ہو کہ یہ روایت مبارک معاذاللہ صحیح نہیں تو اس کا جواب دیتے ہوئے ملا علی قاری (رحمۃ اللہ علیہ) نے ارشاد فرمایا:

"جب اس حدیث کا رفع حضرت ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) تک صحیح ہو گیا، تو فرمان رسول مقبول (ﷺ)؛

"عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين من بعدي"[43]

"تم پہ میری سنت اور میرے بعد میرے خلفاء راشدین کی پیروی لازم ہے" کی وجہ سے اتنا عمل کیلیے کافی ہے"۔

مزید علامہ اسماعیل حقی (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ:

"علماء سے عملیات میں ضعیف حدیث پر عمل کرنا ثابت ہے ،یہ حدیث مبارک غیر مرفوع ہے اس سے کب لازم آتا ہے کہ اس سے عمل ترک کیا جائے"۔[44]

اسی طرح امام سخاوی (رحمۃ اللہ علیہ) روایت نقل فرماتے ہیں کہ حضرت سیّدنا امام حَسَن (رضی اللہ عنہ) نے ارشاد فرمایا:

جو شخص مؤذن سے "اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ الله" سُن کر کہے: "مَرْحَبًا بِحَبِيْبِيْ وَقُرَّةِ عَيْنِيْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الله (ﷺ)"[45]

"پھر دونوں انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھے وہ کبھی اندھا نہ ہو گا اور نہ ہی اُس کی آنکھیں دُکھیں گی"۔

صاحب روح البیان ایک روایت نقل فرماتے ہیں کہ:

"اللہ عزوجل نے تاجدارِ کائنات، احمد مجتبیٰ (ﷺ) کے جمال جہاں آراء کو حضرت آدم (علیہ السلام) کے دونوں انگوٹھوں کے ناخنوں میں رکھا تو وہ شیشے کی طرح چمکنے لگا، اس پر حضرت آدم (علیہ السلام) نے اپنے انگوٹھے چوم کر اپنی آنکھوں پہ ملے، اسی طرح اسی روز سے آپ (علیہ السلام) کی اولاد کے لیے انگوٹھے چومنا سنت ہوا، یہی واقعہ جب حضرت جبریل (علیہ السلام) نے سیدی رسول اللہ (ﷺ) کو سنایا تو سیدی رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا:

"من سمع اسمي في الاذان فقبل ظفري ابهاميه ومسح على عينيه لم يعم ابدا"[46]

"جس شخص نے میرا نام اذان میں سنا، پھر اپنے دونوں انگوٹھوں کے ناخنوں کو چوما اور اپنی آنکھوں پر پھیرا، وہ کبھی اندھا نہیں ہو گا"۔

آخر میں اس بحث کو امام ابن عابدین (رحمۃ اللہ علیہ) کے فتویٰ کے ساتھ سمیٹتا ہوں، فرماتے ہیں:

"يُسْتَحَبُّ أَنْ يُقَالَ عِنْدَ سَمَاعِ الْأُولَى مِنْ الشَّهَادَةِ: صَلَّى اللهُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ. وَعِنْدَ الثَّانِيَةِ مِنْهَا: قَرَّتْ عَيْنِي بِكَ يَا رَسُولَ اللهِ. ثُمَّ يَقُولُ: اللَّهُمَّ مَتِّعْنِي بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ بَعْدَ وَضْعِ ظُفْرَيِ الْإِبْهَامَيْنِ عَلَى الْعَيْنَيْنِ فَإِنَّهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَكُونُ قَائِدًا لَهُ إلَى الْجَنَّةِ"[47]

(اذان میں) پہلی شہادت کے سننے کے وقت "صَلَّى اللهُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ" اور دوسری شہادت کے سننے کے وقت "قَرَّتْ عَيْنِيْ بِكَ يَا رَسُوْلَ الله" (اے اللہ کے رسول! آپ (ﷺ) کے سبب میری آنکھوں کو ٹھنڈک حاصل ہوئی) کہنا مستحب ہے، پھر اس کے بعد دونوں انگوٹھوں کے ناخن آنکھوں پر رکھ کر یہ دعا کرے: "اللّٰهُمَّ مَتِّعْنِي بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ" (اے اللہ! مجھے قوتِ سماعت اور

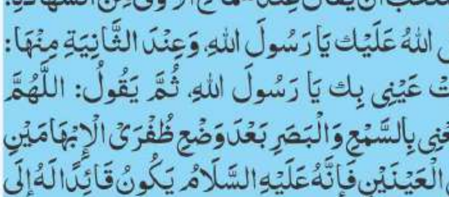

[42] العجلونی، إسماعیل بن محمد بن عبد الھادی، (الناشر: المکتبۃ العصریۃ، 1420ھ)، باب: حرف المیم، ج:2، ص:243

[43] ایضاً

[44] حقی، إسماعیل بن مصطفٰی، روح البیان، (بیروت: دار الفکر) زیر آیت الاحزاب:56، ج:07، ص:229

[45] السخاوی، محمد بن عبد الرحمن بن محمد، ایڈیشن اولی (دار الکتاب العربی-بیروت، 1405ھ) ج:1، ص:606

[46] حقی، إسماعیل بن مصطفٰی، روح البیان، (بیروت: دار الفکر) زیر آیت الاحزاب:56، ج:07، ص:229

[47] ابن عابدین، محمد أمین بن عمر بن عبد العزیز، رد المحتار علی الدر المختار (الناشر: دار الفکر-بیروت 1412ھ)، ج:1، ص:398

بینائی کی دولت نواز دے) اس لیے کہ آپ (ﷺ) ایسا کرنے والے کو جنت کی طرف لے جائیں گے"۔

"کنز العباد"، "قہستانی" اور اسی طرح "فتاویٰ صوفیہ" میں ہے۔ مزید اس روایت کو علامہ اسماعیل حقی اور امام طحاوی (رحمۃ اللہ علیہما) نے بھی امام قہستانی کے حوالے سے نقل کیا ہے:

"مَنْ قَبَّلَ ظُفْرَيْ إِبْهَامِهِ عِنْدَ سَمَاعِ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللّٰهِ فِي الْأَذَانِ أَنَا قَائِدُهُ وَمُدْخِلُهُ فِي صُفُوفِ الْجَنَّةِ"[48]

"جس شخص نے اذان میں "أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰه" سنتے وقت اپنے دونوں انگوٹھوں کے ناخنوں کو چوما، میں اس کا قائد ہوں گا اور اسے لے کر جنت کی صفوں میں داخل کروں گا"۔

درود پاک کے آداب:

آخر میں عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ ادب و محبت کا تقاضا ہے کہ حضور نبی کریم (ﷺ) کا ذکر کرتے وقت پورے ادب و احترام کا خیال رکھا جائے جیسا کہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی (رحمۃ اللہ علیہ) لکھتے ہیں کہ:

"ابو ابراہیم یحییٰ (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ ہر مسلمان پہ لازم ہے جب ان کے سامنے رسول اللہ (ﷺ) کا ذکر کیا جائے تو وہ ادب و احترام سے سنے اور بدن کو جنبش تک نہ دے اور خود پر اس طرح کی ہیبت و جلال طاری کرے گویا کہ وہ سیدی رسول اللہ (ﷺ) کے سامنے کھڑا ہے۔ حضرت ابو سختیانی کے سامنے جب رسول اللہ (ﷺ) کا ذکر کیا جاتا تو وہ اس قدر روتے کہ لوگوں کو ان کے حال پہ رحم آجاتا، جعفر بن محمد (رحمۃ اللہ علیہ) کثیر المزاح اور ہنس مکھ شخص تھے مگر جب ان کے سامنے رسول اللہ (ﷺ) کا ذکر کیا جاتا تو ان کا رنگ زرد پڑ جاتا۔ عامر بن عبد اللہ بن زبیر (رحمۃ اللہ علیہ) کے سامنے جب رسول اللہ کا ذکر کیا جاتا تو رونے لگتے حتی کہ ان کی آنکھوں کے آنسو باقی نہ رہتے، امام زہری (رحمۃ اللہ علیہ) بڑے با اخلاق اور مجلسی آدمی تھے لیکن جب ان کے سامنے سیدی رسول اللہ (ﷺ) کا ذکر کیا جاتا تو اس طرح گم سُم ہو جاتے کہ گویا وہ کسی کو جانتے نہیں، نہ کوئی ان کو جانتا ہے،

عبد الرحمان بن مہدی کے سامنے جب حدیث مبارک پڑھی جاتی تو لوگوں کو خاموش ہونے کا حکم کرتے اور ارشاد فرماتے:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ"[49]

"اے ایمان والو اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے"۔

اور وہ فرماتے تھے جس طرح رسول اللہ (ﷺ) کے کلام کے دوران خاموشی رہنا ضروری ہے اس طرح آپ (ﷺ) کی حدیث مبارک کے سننے کے وقت بھی خاموش رہنا ضروری ہے کیونکہ حدیث مبارک بھی آپ (ﷺ) کا کلام ہے"۔[50]

یہی وجہ ہے علامہ اقبال (رحمۃ اللہ علیہ) ارشاد فرماتے ہیں:

چوں بنام مصطفیٰؐ خوانم درود
از خجالت آب می گردد وجود[51]

"جب میں خیر الوریٰ، احمد مجتبیٰ (ﷺ) کے اسم مبارک کے ساتھ درود پاک پڑھتا ہوں تو میرا وجود شرم سے پانی پانی ہو جاتا ہے"۔

اللہ عزوجل کی بارگاہِ اقدس میں عاجزانہ التماس ہے کہ اللہ عزوجل ہم سب کو تمام آداب کا لحاظ رکھتے ہوئے اپنے محبوب مکرم، شفیع معظم سیدنا خیر الانام (ﷺ) پہ زیادہ سے زیادہ درود و سلام کے نذرانے پیش کر کے صحیح معنوں میں غلام اور اُمتی بننے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین!

☆☆☆

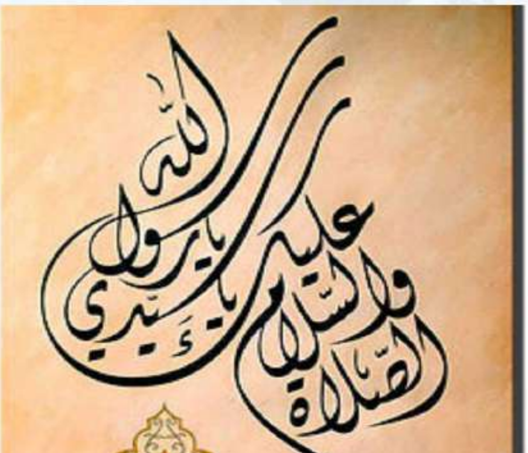

[48] ایضاً
[49] الحجرات:02
[50] سعیدی، غلام رسولؒ، شرح صحیح مسلم، الطبع العاشر (لاہور، پاکستان، فرید بک سٹال) رجب:1424ھ، ج:1، ص:443
[51] پس چہ باید کرد اے اقوام مشرق

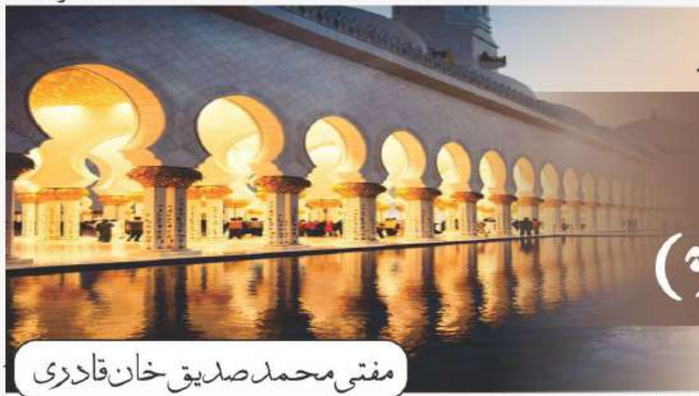

الحافظ المؤرخ ابو عبد اللہ
محمد بن ابی نصر فتوح الحمیدی (رحمۃ اللہ علیہ)

مفتی محمد صدیق خان قادری

نام ونسب:

آپ کا نام محمد، کنیت ابو عبد اللہ اور نسب نامہ کچھ یوں ہے محمد بن ابو نصر فتوح بن عبد اللہ بن فتوح بن حمید بن یصل۔[1]

ولادت ووطن:

امام صاحب کی ولادت 420ھ سے پہلے ہوئی ہے۔ اصحاب سیر نے اسی پر اعتماد کیا ہے۔[2] آپ کا اصل وطن رصافہ ہے لیکن ان کے والد میورقہ میں جو شرق اندلس کے قریب ایک جزیرہ ہے وہاں آباد ہوگئے تھے یہیں حمیدی کی ولادت ہوئی اس جزیرہ کی نسبت سے جو اکابر منسوب ہیں ان میں حمیدی کا نام زیادہ ممتاز ہے۔ آخری عمر میں وہ بغداد چلے آئے تھے اور اسی کو اپنا وطن بنالیا تھا۔[3] ان کی سب سے مشہور نسبت حمیدی ہے جو ان کے پردادا حمید بن یصل کی جانب ہے ان کی دوسری معروف نسبت میورقی ہے جو ان کے مولد میورقہ کی جانب ہے۔ ایک نسبت ازدی بھی ہے وہ ظاہری بھی کہلاتے ہیں اس سے ان کے فقہی مذہب کا پتہ چلتا ہے۔ مغربی اور اندلسی کی نسبتوں سے ان کا اندلسی اور مغربی ہونا ظاہر ہوتا ہے۔

تحصیل علم:

آپ نے بچپن ہی سے تحصیل علم کا آغاز کر دیا تھا حتیٰ کہ اصحاب سیر نے لکھا ہے کہ سماعِ حدیث کیلئے آپ کو کندھوں پر اٹھا کر لے جایا جاتا تھا۔ انہوں نے سب سے پہلے 425ھ میں فقیہ اصبغ بن راشد سے سماع کیا اس وقت ان کا بچپن تھا تاہم ان کے سامنے جو کچھ پڑھا جاتا تھا اس کو سمجھ لیتے تھے۔[4] اس کے بعد آپ نے سماعِ حدیث کیلئے اندلس، مصر، دمشق، بغداد، افریقہ کا سفر اختیار کیا اور ان مقامات کے علمائے فن اور اربابِ کمال سے استفادہ کیا۔ شروع میں وہ بلادِ مغرب میں مقیم رہے اور 448ھ میں مشرق کا سفر اختیار کیا اور پہلی دفعہ مکہ معظمہ تشریف لے گئے، حج ادا کیا اور وہاں کے علماءِ محدثین سے مستفید ہوئے۔[5]

آپ نے زیادہ تر امام ابن حزم الظاہری کی صحبت کو اختیار کیے رکھا۔ اس لئے آپ کا شمار امام ابن حزم کے اخص طلباء میں سے ہوتا ہے۔ اسی بنا پر یہ کہا جاتا ہے کہ وہ مسلکاً ظاہری تھے لیکن انہوں نے بذات خود اس مسلک کو ظاہر نہیں کیا۔[6]

اساتذہ:

آپ نے اپنے وقت کے نامور علماء ومحدثین سے اکتساب علم کیا ان کو جن حضرات سے شرفِ تلمذ حاصل ہوا ان میں سے چند مشہور درج ذیل ہیں:

ابو عمر بن عبد البر، ابو محمد علی بن احمد، ابو العباس العذری، ابو عبد اللہ بن ابی الفتح، قاضی ابی عبد اللہ القضاعی، محمد بن احمد قزوینی، ابو اسحاق الحبال، حافظ عبد الرحیم بن احمد البخاری، ابو القاسم الحنائی، حافظ ابو بکر الخطیب، عبد العزیز الکتانی، عبد الصمد بن مامون، عبد العزیز الضراب، ابن بقاء الوراق۔ جب آپ مکہ تشریف لے گئے تو وہاں کی مشہور محدثہ کریمہ مرزویہ سے بھی اخذِ حدیث کیا ہے۔[7]

تلامذہ:

---

[1] (تذکرۃ الحفاظ، جز:4، ص:13)
[2] (ایضاً)
[3] (ایضاً)
[4] (معجم الادباء، جز:6، ص:2599)
[5] (ایضاً)
[6] (تاریخ دمشق، جز:55، ص:77)
[7] (بغیۃ الملتمس فی تاریخ رجال اھل الاندلس، جز:1، ص:124)

جن نامور شخصیات کو آپ سے تحصیلِ علم کا موقع ملا ہے ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

حافظ ابو عامر عبدری، محمد بن طرخان الترکی، یوسف بن ایوب ہمدانی، اسماعیل بن محمد التیمی، قاضی محمد بن علی الجلالی، حسین بن حسن مقدسی، صدیق بن عثمان التبریزی، ابو اسحاق بن نبھان الغنوی، ابو عبد اللہ حسین بن نصر ابو القاسم اسماعیل بن سمر قندی، ابو الفتح محمد بن البطی، حافظ محمد بن ناصر۔[8]

اشتغالِ علم اور نشر و اشاعت:

امام صاحب کو علم و فن سے بڑا شغف تھا۔ وہ برابر اس کی طلب و تحصیل اور نشر و اشاعت میں منہمک رہتے تھے۔ اصحابِ سیر فرماتے ہیں:

"وکان احد اوعیة العلم"[9]

"وہ علم کو سب سے زیادہ جمع کرنے والوں میں سے ایک تھے"۔

اشتغال بالعلم کا عالم یہ تھا۔ امام علی بن ماکولا فرماتے ہیں:

"لم ار مثله فی عفته و تشاغله بالعلم"[10]

"میں نے پاکدامنی میں اور اشتغال بالعلم میں ان کی مثل نہیں دیکھا"۔

آپ پورے شوق اور نہایت توجہ و محنت سے علمی کاموں میں مصروف رہتے تھے یہاں تک کہ گرمی کی تکلیف دہ راتوں میں بھی علمی اشتغال کو انہماک کے ساتھ جاری رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ امام یحیٰ بن ابراہیم السلماسی ان کے علمی اشتغال کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میرے باپ نے فرمایا:

"لم ار عینای مثل الحمیدی فی فضله و نبله و غزارة علمه و حرصه علی نشر العلم"[11]

"میری آنکھوں نے فضل و شرافت، کثرتِ علم اور نشر علم پر حریص ان جیسا نہیں دیکھا"۔

علم سے تعلق اور اس کی نشر و اشاعت سے ان کی دلچسپی کا ایک ثبوت یہ بھی ہے۔ علامہ ابن جوزی فرماتے ہیں:

"ووقف کتبه علی طلبه العلم"[12]

"انہوں نے کتب خانہ طلباء اور شائقینِ علم کیلئے وقف کر دیا"۔

حفظ و ثقاہت:

امام فتوح حمیدی کا شمار نامور محدثین اور آئمہ فن میں ہوتا ہے آپ حفظ و ضبط اور عدالت و ثقاہت کے اعلیٰ مرتبے پر فائز تھے۔ ان کے حفظ و ضبط اور عدالت و ثقاہت میں کوئی کلام نہیں کیا گیا بلکہ تذکرہ نگاروں نے ان کو حافظ، الحافظ المشہور، الحافظ الکبیر، احد حفاظ عصرہ، صاحب حجت اور امام القدوۃ جیسے القابات سے یاد کیا ہے۔

علامہ ابن نقطہ الحنبلی آپ کے حفظ و ثقاہت کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

"و کان حافظا ثقة صالحا مجمع علی فضله و حفظه و امانته"[13]

"وہ حافظ، ثقہ اور صالح تھے اور آپ کے فضل، حفظ اور امانت پر اجماع کیا گیا ہے"۔

امام احمد بن یحیٰ آپ کی علمی شان کو کچھ اس انداز میں بیان فرماتے ہیں:

"فقیه عالم محدث عارف حافظ امام متقدم فی الحفظ و الاتقان"[14]

"وہ فقیہ عالم محدث، عارف، حافظ اور حفظ و اتقان میں امام متقدم تھے"۔

جس انداز میں ابو عامر عبدری نے آپ کے علمی کمال کو بیان کیا ہے۔ اس سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ وہ علمی میدان میں کتنے نمایاں تھے۔ وہ فرماتے ہیں:

"لایری مثله قط و عن مثله لا یسال جمع بین الفقه و الحدیث و الادب و کان حافظا"[15]

"ان جیسا کہیں نہیں دیکھا گیا اور نہ ہی ان جیسے سے سوال کیا گیا ہے کہ جس میں فقہ، حدیث اور ادب جمع ہو اور وہ حافظ تھے"۔

---

[8](سیر اعلام النبلاء، جز:14، ص:158)
[9](شذرات الذھب، جز:5، ص:390)
[10](معجم الادباء، جز:6، ص:2599)
[11](سیر اعلام النبلاء، جز:14، ص:158)
[12](المنتظم فی تاریخ الامم والملوک، جز:17، ص:29)
[13](التقیید لمعرفة رواة السنن والمسانید، جز:1، ص:101)
[14](بغیة الملتمس، جز:1، ص:124)
[15](سیر اعلام النبلاء، جز:14، ص:159)

امام علی بن ماکولا ان کی علمی وجاہت کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

"ھو من اھل العلم و الفضل و التیقظ"[16]

"وہ اہل علم و فضل میں سے اور علم میں بیدار تھے"۔

ان کی ایک خصوصیت یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ وہ حدیثوں کی قرأت بڑے دلکش انداز میں کرتے تھے۔علامہ ابن خلکان فرماتے ہیں:

"و کانت لہ نغمۃ حسنۃ فی قرأۃ الحدیث"[17]

"وہ احادیث کی قرأت بڑی خوب صورت آواز میں کرتے تھے"۔

علم اسماء الرجال اور دیگر علوم پر واقفیت:

امام صاحب حدیث کی طرح اس کے متعلقہ علوم یعنی علل حدیث اور فنِ رجال میں بھی ماہر تھے۔علم حدیث کے سلسلہ میں اسماء الرجال کے فن کو جو اہمیت حاصل ہے امام حمیدی کو اس کا پورا پورا اندازہ تھا۔آپ فرماتے ہیں کہ علم حدیث کے سلسلہ میں تین چیزوں پر خاص طور سے دھیان دینے اور ان کا اہتمام کرنے کی ضرورت ہے۔ایک کتاب العلل اس میں سب سے عمدہ تصنیف امام دارِ قطنی کی ہے۔دوسری مؤتلف، مختلف اس فن میں امیر ابن ماکولا کی اکمال سب سے عمدہ کتاب ہے۔تیسری وفیاتِ مشائخ اس میں کوئی کتاب نہیں ہے۔اس لئے میں نے اس کو مرتب کرنے کا ارادہ فرمایا۔[18]لیکن ابن ماکولا فرماتے ہیں کہ وہ صحیحین میں اشتغال کی وجہ سے اس کتاب کا انتظام نہ کر سکے یہاں تک کہ ان کی وفات ہو گئی۔

علامہ شہاب الدین الحموی معجم الادباء میں ان کی مختلف علوم و فنون میں مہارت کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

"و کان ورعا ثقۃ اماما فی علم الحدیث و عللہ و معرفۃ متونہ و رواتہ محققا فی علم الاصول علی مذھب اصحاب الحدیث متبحرا فی علم الادب و العربیۃ"[19]

"وہ صاحب ورع اور ثقہ تھے، وہ علم الحدیث اور اس کی علل اور حدیث کے متون اور رواۃ کی معرفت میں امام تھے۔وہ اصحاب الحدیث کے مذہب پر علم الاصول میں محقق تھے۔ان کو علم الادب اور عربیت میں بھی تبحر حاصل تھا"۔

دینی علوم کی طرح ادبیات سے بڑا شغف تھا شاہ عبد العزیز فرماتے ہیں:

"در علم عربیت و ادب و حل ترکیب قرآن و دریافت لطافت بلاغت آں دستگاہی کلی نصیب دارد"[20]

"علم و عربیت و ادب، قرآن کی ترکیبوں کے حل اور اس کی بلاغت و لطائف کی دریافت میں کامل دستگاہ رکھتے تھے"۔

امام حمیدی کی اخبار، سیر، تاریخ اور وقائع پر بھی گہری نظر تھی اس پر ان کی تصنیفات شاہد ہیں۔

زہد و تقویٰ:

امام حمیدی علم و فضل کے ساتھ ساتھ زھد و تقویٰ کے ساتھ بھی متصف تھے۔ان کے ورع، عفت اور پاکبازی کا تمام اصحاب سیر نے ذکر کیا ہے۔امام ذہبی سیر اعلام النبلاء میں فرماتے ہیں:

"و کان ورعا تقیا"[21] "وہ صاحب ورع و تقویٰ تھے"۔

علامہ ابن خلکان ان کے زھد و تقویٰ کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

"و کان موصوفا بالنباھۃ و المعرفۃ و الاتقان و الدین و الورع"[22]

"وہ نباہت، معرفت، اتقان، تدین اور ورع سے متصف تھے"۔

اور امام علی بن ماکولا فرماتے ہیں:

[16](معجم الادباء، جز:6، ص:2599)

[17](وفیات الاعیان، جز:4، ص:282)

[18](ایضاً، ص:283)

[19](معجم الادباء، جز:6، ص:2599)

[20](بستان المحدثین، ص:82)

[21](سیر اعلام النبلاء، جز:14، ص:158)

[22](وفیات الاعیان، جز:4، ص:282)

"لم ار مثلہ فی عفتہ و نزاھتہ و ورعہ"[23]

"میں نے عفت، نزاھت اور ورع میں ان کا مثل نہیں دیکھا"۔

اتباع سنت ان کا خاص شعار تھا۔حج بیت اللہ سے بھی مشرف ہوئے شرم و حیا کے پیکر تھے اصحاب سیر نے بیان کیا ہے کہ ایک روز ابو بکر بن میمون نے ان کا دروازہ کھٹکھٹایا۔امام حمیدی نے کوئی جواب نہ دیا تو وہ سمجھے کہ غالباً مجھ کو اندر جانے کی اجازت ہے چنانچہ وہ کمرے میں داخل ہو گئے اس وقت ان کی ران کھلی تھی وہ شرم سے پانی پانی ہو گئے اور دیر تک ان پر رقت طاری رہی انہوں نے کہا جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے اس وقت سے آج تک کسی نے میری برہنہ ران کو نہیں دیکھا تھا۔[24]

زھد و تقویٰ کی بنا پر وہ دنیا سے نہایت بیزار اور کنارہ کش رہتے ان کی زبان پر کبھی بھی دنیا کا ذکر نہ آتا اور نہ ہی ان کی مجلسوں میں مال و متاع کا کوئی چرچا ہوتا۔اس لئے ابو بکر خاصیہ فرماتے ہیں:

"انہ ماسمع یذکر الدنیا قط"[25]

"میں نے ان کو کبھی بھی دنیا کا تذکرہ کرتے نہیں پایا"۔

شاہ عبد العزیز فرماتے ہیں کہ لوگوں نے ان کی مجلسوں اور گھر وغیرہ میں بارہا ان کا امتحان لینا چاہا لیکن ان کی زبان پر دنیا اور اس کی جاہ و حشمت کا کوئی ذکر نہیں آیا۔ان کی شاعری بھی نہایت پر از حکمت اور دنیا کی مذمت پر مشتمل ہوتی تھی۔[26]

تصنیفات:

امام حمیدی ایک عظیم محدث ہونے کے ساتھ ساتھ ایک مایہ ناز مصنف بھی تھے۔انہوں نے نہایت ہی مفید کتابیں یادگار چھوڑی ہیں۔ان کے نام حسبِ ذیل ہیں:

- ❖ کتاب الجمع بین الصحیحین: یہ ان کی سب سے اہم اور مشہور تصنیف ہے اس کو انہوں نے صحابہ کے ناموں پر ان کے فضل و تقدم کے اعتبار سے مرتب کیا ہے۔اس لئے اس میں سب سے پہلے حضرت ابو بکر صدیق (رضی اللہ عنہ) اور اس کے بعد خلفائے راشدین پھر عشرہ مبشرہ کی حدیثیں ہیں اور اس کے بعد دیگر صحابہ کی مرویات ان کے مراتب کے اعتبار سے درج ہیں۔اس موضوع پر اور علماء نے بھی کتابیں لکھی ہیں لیکن حمیدی کی تصنیف کو خاص امتیاز حاصل ہے وہ بڑی مستند و معتبر خیال کی جاتی ہے۔علامہ ابن اثیر جزری لکھتے ہیں:

میں نے صحیحین کی حدیثیں (اپنی کتاب جامع الاصول میں) نقل کرنے میں حمیدی کی کتاب پر اعتماد کیا ہے کیونکہ انہوں نے روایات کے طرق بیان کرنے میں بڑی خوبی سے کام لیا ہے۔[27]

- ❖ کتاب تاریخ اندلس: اس کا اصل نام جذوۃ المقتبس فی تاریخ علماء الاندلس۔اس کی شروع میں مصنف نے لکھا ہے کہ انہوں نے اس کو اپنی یاداشت سے مرتب کیا ہے۔
- ❖ کتاب الامانی الصادقہ
- ❖ کتاب تسہیل السبیل الی علم الترسیل
- ❖ کتاب ذم النمیمہ
- ❖ کتاب الذہب المسبوک فی وعظ الملوک
- ❖ کتاب ماجاء من النصوص والاخبار حفظ الجار
- ❖ تاریخ الاسلام
- ❖ مخاطبات الاصدقاء فی المکاتبات واللقاء
- ❖ کتاب من ادعی الامان من اھل الایمان[28]

وفات:

امام حمیدی نے 17 ذوالحج 488ھ کو بغداد میں وفات پائی۔ابو بکر شاشی نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور مقبرہ باب ابرز میں دفن کئے گئے۔سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ وفات سے پہلے بغداد کے افسر اعلیٰ مظفر کو وصیت فرمائی کہ مجھ کو بشر حافی کے مزار کے پاس دفن کیا جائے۔لیکن اس نے اس وصیت کا خیال نہ رکھا۔بعد میں مظفر نے امام حمیدی کو خواب میں دیکھا کہ وہ اس بارے اس کو عتاب کر رہے ہیں تو دو سال بعد 491ھ میں مظفر نے ان کو سابق مدفن سے منتقل کر کے بشر حافی کے مقبرہ کے پاس دفن کرا دیا۔کہا جاتا ہے کہ اتنا عرصہ گزرنے کے باوجود ان کا کفن صحیح و سالم اور ان کا جسم تر و تازہ تھا اور دور دور تک اس کی خوشبو پھیل گئی۔[29]

☆☆☆

[23](معجم الادباء، جز:6، ص:2599)

[24](تذکرۃ الحفاظ، جز:4، ص:13)

[25](ایضاً، ص:14)

[26](بستان المحدثین، ص:82)

[27](تذکرۃ المحدثین، ص:183)

[28](معجم الادباء، جز:6، ص:2600)

[29](سیر اعلام النبلاء، جز:14، ص:160)

کلمہ طیب

(تعلیماتِ صوفیاء کی روشنی میں)

(قسط:1)

لئیق احمد

اللہ تبارک و تعالیٰ نے عالمِ انسانیت کیلئے اسلام کو بطور دین پسند فرمایا ہے اور اسے سراپا سلامتی ہی سلامتی بنایا ہے- لفظ ”اسلام“ مصادرِ سَلَمَ اور سَلِمَ سے ماخوذ ہے- اسلام کی متاع اور اساس توحیدِ الٰہی اور رسالتِ محمدی (ﷺ) پر ہے جس کے اقرار و تسلیم کے بعد انسان دائرۂ اسلام میں داخل ہوتا ہے اور سلامتی، بقا اور احترامِ آدمیت اور اکرامِ انسانیت سے روشناس ہوتا ہے- جب بندہ ان کلمات (کلمہ طیبہ) کو لباس بنا کر اوڑھ لیتا ہے تو وہ سراپا امن میں آجاتا ہے- نیز دینِ اسلام میں کلمہ طیب بنیادی حیثیت رکھتا ہے- ارکانِ اسلام میں اول درجہ کلمہ طیب کو ہی حاصل ہے اور یہی دینِ متین کا صدر دروازہ ہے- یہی کلمہ مسلم اُمہ کو آپسی محبت اور اُخوت کا درس دیتا ہے اور یہی کلمہ انسانیت کی فلاح و بہبود کا بھی سبق دیتا ہے اور محسنِ انسانیت حضرت محمد رسول اللہ (ﷺ) کی رسالت کا عقیدہ انسان کو جہاں کامل ایمان سے سرفراز فرماتا ہے وہیں زندگی کے ہر پہلو میں احسان کے طریقے بھی میسر کرتا ہے- کلمہ طیبہ کے دونوں جزو کو قرآن مجید میں جابجا بیان فرمایا گیا ہے- سورہ ابراہیم میں کلمہ پاک کی تعریف اللہ تبارک و تعالیٰ نے کچھ اس انداز میں بیان فرمائی ہے:

”اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ ۞ تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۭ بِاِذْنِ رَبِّهَا ؕ وَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۞ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِ ۨاجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ۞ يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَ يُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ۚ وَ يَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ“[1]

”کیا تم نے نہ دیکھا اللہ نے کیسی مثال بیان فرمائی پاکیزہ بات کی جیسے پاکیزہ درخت جس کی جڑ قائم اور شاخیں آسمان میں- ہر وقت اپنا پھل دیتا ہے اپنے رب کے حکم سے اور اللہ لوگوں کیلئے مثالیں بیان فرماتا ہے کہ کہیں وہ سمجھیں اور گندی بات کی مثال جیسے ایک گندہ پیڑ کہ زمین کے اوپر سے کاٹ دیا گیا اب اسے کوئی قیام نہیں- اللہ ثابت رکھتا ہے ایمان والوں کو حق بات پر دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں اور اللہ ظالموں کو گمراہ کرتا ہے اور اللہ جو چاہے کرے“-

یوں تو قرآن مجید میں کلمہ طیب مکمل کسی بھی جگہ نہیں آیا لیکن کہیں ذکرِ توحید ”لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ“[2] آیا تو کہیں ذکرِ رسالت مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ[3] آیا- بعد ازیں ان دونوں کلمات کو یکجا کر کے اسے دینِ اسلام میں داخلے کا دروازہ بنا دیا گیا- ان کلمات کی احادیثِ مبارکہ میں بہت فضیلت بیان کی گئی ہے- جبکہ علماء و مشائخ نے بھی ہر دور میں اس کی فضیلت پر اپنے قلم کو برکت دی ہے-

توحید کا اقرار کرکے انسان معبودِ حقیقی کی رحمت کے سائے تلے آجاتا ہے اور جو اس کا انکار کرتے ہیں ان کے وجود

[1](ابراہیم:24-27) [2](سورہ محمد (ﷺ):19) [3](الفتح:29)

سے رحمت، برکت اور مالکِ حقیقی کی شفقت اٹھ جاتی ہے اور درحقیقت یہ دل کا اندھاپن اور جہالت کے باعث ہوتا ہے- امام بیہقی (رحمۃ اللہ علیہ) (المتوفی:458) حدیث پاک نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

حضرت ابوہریرہ (رضی اللہ عنہ) روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ارشاد فرمایا:

"أَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى فِي كِتَابِهِ فَذَكَرَ قَوْمًا اسْتَكْبَرُوا فَقَالَ: إِنَّهُمْ كَانُوا إِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ يَسْتَكْبِرُونَ، وَقَالَ تَعَالَى: إِذْ جَعَلَ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي قُلُوبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ فَأَنْزَلَ اللهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوَى وَكَانُوا أَحَقَّ بِهَا وَأَهْلَهَا، وَهِيَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللهِ اسْتَكْبَرَ عَنْهَا الْمُشْرِكُونَ يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ يَوْمَ كَاتَبَهُمْ رَسُولُ اللهِ (ﷺ) فِي قَضِيَّةِ الْمُدَّةِ"[4]

"اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں آیات نازل کیں جن میں ایک سرکش قوم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: یہ وہ لوگ تھے کہ جب ان سے کہا جاتا کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبودِ حقیقی نہیں تو یہ سرکشی کرنے لگتے- اللہ تعالیٰ نے مزید فرمایا: جب کافروں نے اپنے دلوں میں جاہلیت والی ہٹ دھرمی پیدا کرلی تو اللہ نے اپنے رسول اور مؤمنوں پر سکون نازل کیا اور انہیں تقویٰ کے کلمہ کا پابند کیا جو اس کے سب سے زیادہ حقدار اور لائق تھے اور یہ کلمہ "لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللهِ" ہے جس سے مشرکین نے حدیبیہ کے دن سرکشی کی جب آقا کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مدت کے سلسلے میں ان سے معاہدہ کیا"-

اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی رسالت کے اقرار کے بعد ہی انسان اسلام میں داخل ہوتا ہے اور اس کی عبادات کا اسے صلہ ملتا ہے- حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جب کسی غیر مسلم کی جانب دعوتِ دین بھجواتے تو وحدانیتِ الٰہی اور رسالتِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا اقرار مقدم قرار پاتا- حدیث مبارکہ ہے:

"جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے معاذ بن جبل (رضی اللہ عنہ) کو یمن بھیجا تو ان سے فرمایا کہ:

"لَهُ إِنَّكَ تَقْدَمُ عَلَى قَوْمٍ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ فَلْيَكُنْ أَوَّلَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَى أَنْ يُوَحِّدُوا اللهَ تَعَالَى فَإِذَا عَرَفُوا ذَلِكَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللهَ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي يَوْمِهِمْ وَلَيْلَتِهِمْ فَإِذَا صَلَّوْا فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ زَكَاةً فِي أَمْوَالِهِمْ تُؤْخَذُ مِنْ غَنِيِّهِمْ فَتُرَدُّ عَلَى فَقِيرِهِمْ فَإِذَا أَقَرُّوا بِذَلِكَ فَخُذْ مِنْهُمْ وَتَوَقَّ كَرَائِمَ أَمْوَالِ النَّاسِ"[5]

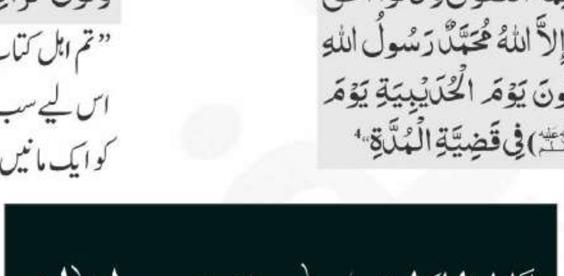

"تم اہل کتاب میں سے ایک قوم کے پاس جا رہے ہو- اس لیے سب سے پہلے انہیں اس کی دعوت دینا کہ وہ اللہ کو ایک مانیں (اور میری رسالت کو مانیں) جب وہ اسے سمجھ لیں تو پھر انہیں بتانا کہ اللہ نے ایک دن اور رات میں ان پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں- جب وہ نماز پڑھنے لگیں تو انہیں بتانا کہ اللہ نے ان پر ان کے مالوں میں زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے امیروں سے لی جائے گی اور ان کے غریبوں کو لوٹا دی جائے گی- جب وہ اس کا بھی اقرار کرلیں تو ان سے زکوٰۃ لینا اور لوگوں کے عمدہ مال لینے سے پرہیز کرنا"-

کلمہ پاک کا خلوصِ دل سے اقرار و تسلیم مسلمان کو آتشِ دوزخ سے بھی بچائے گا- حدیث پاک میں آیا ہے:

"رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا:

"يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَفِي قَلْبِهِ وَزْنُ شَعِيرَةٍ مِنْ خَيْرٍ وَيَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَفِي قَلْبِهِ وَزْنُ بُرَّةٍ مِنْ خَيْرٍ وَيَخْرُجُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَفِي قَلْبِهِ وَزْنُ ذَرَّةٍ مِنْ خَيْرٍ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللهِ قَالَ أَبَانُ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ حَدَّثَنَا أَنَسٌ عَنِ النَّبِيِّ (ﷺ) مِنْ إِيمَانٍ مَكَانَ مِنْ خَيْرٍ"[6]

---

[4](کتاب الاسماء والصفات للبیہقی، رقم الحدیث:195)

[5](صحیح البخاری، رقم الحدیث:7372)

[6](صحیح البخاری، رقم الحدیث:44)

”جس شخص نے لا إله إلا الله کہہ لیا اور اس کے دل میں جو برابر بھی (ایمان) ہے تو وہ (ایک نہ ایک دن) دوزخ سے ضرور نکلے گا اور دوزخ سے وہ شخص (بھی) ضرور نکلے گا جس نے کلمہ پڑھا اور اس کے دل میں گیہوں کے دانہ برابر خیر ہے اور دوزخ سے وہ (بھی) نکلے گا جس نے کلمہ پڑھا اور اس کے دل میں اک ذرہ برابر بھی خیر ہے- ابو عبد اللہ (امام بخاری (رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ ابان نے بروایت قتادہ بواسطہ انس (رضی اللہ عنہ) رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے خیر کی جگہ ایمان کا لفظ نقل کیا ہے“-

کلمہ پاک کے ذکر کو تمام اذکار پر فضیلت حاصل ہے اور اسے افضل الذکر کہا جاتا ہے- حدیثِ مبارکہ ہے:

”حضرت ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا:

”اَلْإِيمَانُ بِضْعٌ وَ سَبْعُونَ أَوْ بِضْعٌ وَسِتُّونَ شُعْبَةً فَأَفْضَلُهَا قَوْلُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَأَدْنَاهَا إِمَاطَةُ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْإِيمَانِ“[7]

”ایمان کی ستر سے کچھ زیادہ یا ساٹھ سے کچھ زیادہ شاخیں ہیں- ان سب میں افضل لا الہ الا اللہ کہنا ہے اور ان سب میں ادنیٰ یہ ہے راستے میں تکلیف دہ چیز کا ہٹانا ہے اور حیا ایمان کی ایک شاخ ہے“-

تمام اصفیاء و اتقیاء نے اپنے اپنے دور میں عوام الناس کو کلمہ پاک سے محبت اور اس کا کثرت کے ساتھ ذکر کرنے کی تلقین فرمائی ہے اور اس کی فضیلت و برکات کا بھی پرچار کیا ہے- سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی قدس اللہ سرہٗ اپنی تصنیف لطیف ”سر الاسرار“ میں فرماتے ہیں:

”اللہ تعالیٰ نے ذکر کرنے والوں کی رہنمائی کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

”وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ“[8]

”اور اس کا ذکر کرو جیسے اس نے تمہیں ہدایت فرمائی“ یعنی اللہ تعالیٰ کا اس طرح ذکر کرو جس طرح اس نے تمہارے ذکر کے مراتب کی طرف تمہاری رہنمائی فرمائی- حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ارشاد گرامی ہے:

”افضل ما اقول انا وما قاله النبيون من قبلي لا اله الا الله“

”بہترین کلمہ وہ ہے جس کا ورد میں کرتا ہوں اور مجھ سے پہلے انبیاء علیہ السلام کرتے رہے ہیں، وہ کلمہ لا الہ الا اللہ ہے“

”ذکر کے ہر مقام کا ایک خاص مرتبہ ہے خواہ ذکر بالجہر ہو یا خفی- پہلا مرتبہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی زبانی ذکر کی طرف رہنمائی کی ہے- پھر ذکر نفس ہے پھر ذکر قلب، ذکر روح، ذکر سر ذکر خفی اور آخر میں ذکر اخفی الخفی کا مرتبہ ہے“-[9]

افضل الذکر والی حدیث پاک کے متعلق حجۃ الاسلام امام غزالی (رحمۃ اللہ علیہ) اپنی تصنیف ”مکاشفۃ القلوب“ میں تحریر فرماتے ہیں:

”رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ہے- سب سے افضل کلام وہی ہے جو میں نے اور مجھ سے پیشتر تمام نبیوں نے کیا ہے اور وہ ہے:

”لا اله الا الله وحده لا شريك له“

”نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ تعالیٰ کے وہ اکیلا ہے اور اس کا ساتھی کوئی نہیں“-[10]

کلمہ پاک کے حروف کے متعلق مغلیہ دور کے معروف عالم دین قطب الدین احمد المعروف شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (رحمۃ اللہ علیہ) اپنی کتاب ”انفاس العارفین“ میں بیان فرماتے ہیں:

”والد ماجد فرمایا کرتے ہیں کہ ایک دن عصر کے وقت میں مراقبے میں تھا کہ غیبت کی کیفیت طاری ہو گئی- میرے لیے اس وقت کو 40 ہزار برس کے برابر وسیع

---

[7] (صحیح مسلم، کتاب الایمان)

[8] (البقرۃ:198)

[9] (سر الاسرار، ص:117)

[10] (مکاشفۃ القلوب، ص:382)

کر دیا گیا اور میں اس مدت میں آغاز آفرینش سے روز قیامت تک پیدا ہونے والی مخلوق کے احوال و آثار کو مجھ پر ظاہر کر دیا گیا- رقم الحروف (شاہ ولی اللہ) کا گمان ہے کہ آپ نے یہ کلمات بیان کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا تھا کہ ”لا الہ الا اللہ“ کے حروف کا فاصلہ اتنے ہزار برس کا ہے“- واللہ اعلم[11]

توحید کا فلسفہ اپنے اندر کل عقائد کا جاذب ہے- اس کی فہم حاصل ہونے کے بعد اقرار احدیت کے سوا کوئی چارہ نہیں رہتا- حضرت ابو الحسن علی بن عثمان ہجویری المعروف بہ داتا گنج بخش (رحمۃ اللہ علیہ) اپنی مایہ ناز تصنیف ”کشف المحجوب“ میں فرماتے ہیں:

> ”حضرت شبلی (رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا: توحید جمال احدیت اور موحد کے درمیان پردہ ہوتی ہے- کیونکہ توحید کو فعل بندہ کہیں تو فعل بندہ مشاہدہ حق کی علت نہیں ہو سکتا اور عین مشاہدہ میں جو چیز علت مشاہدہ نہ ہو وہ حجاب ہے- بندہ اپنے کل اوصاف کے ساتھ غیر اللہ ہوتا ہے کیونکہ جب بندے کی کسی صفت کو جزو حق سمجھا جائے تو لا محالہ خود بندے کو بھی حق سمجھنا پڑے گا- اس صورت میں موحد، توحید اور احد تینوں ایک دوسرے کی علت ہو جائیں گے اور یہ بالکل نصاریٰ کا عقیدہ تین میں تیسرا ہو کر رہ جائے گا- جو صفت طالب کے لئے راہ توحید میں مانع فنا ہو وہ صفت حجاب ہے اور طالب موحد نہیں- جب یہ ثابت ہے کہ ذات حق کے سوا ہر چیز باطل ہے- خود طالب ذات حق کے سوا ہے- اس لیے اس کی جملہ صفات مشاہدہ جمال حق میں باطل ہیں- لا الہ الا اللہ کی یہی تفسیر ہے“-[12]

فضائلِ کلمہ طیبہ تعلیماتِ سلطان باھوؒ کی روشنی میں (تصنیفات و ابیات)

حضرت سلطان باھو قدس سرہ العزیز کے منہجِ تصوف میں جو ذکر اذکار مروج ہیں اُن میں تصور اسم اللہ ذات (اسم اعظم) اور کلمہ طیب لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے ذکر کو انفرادیت و فضیلت حاصل ہے اور آپ قدس سرہ العزیز کی تمام تر تصانیف جو منظر عام پر موجود ہیں، اُن میں تقریباً ہر تصنیفات میں کلمہ طیب کے فضائل و اذکار کو بارہا مرتبہ بیان فرمایا گیا ہے- آپ کے ہاں کلمہ طیب کی فقط روایتی فضیلت ہی بیان نہیں کی گئی ہے بلکہ باقاعدہ کلمہ طیبہ پر فلسفیانہ مباحث موجود ہیں جو تصوف اور تفسیر کے میدان میں انفرادی حیثیت کی حامل ہیں-

پہلا بنائے اسلام (ایمان مطلق):

اسلام کے پانچ ارکان ہیں جن پر دین متین کی پوری عمارت استوار ہے- ان ارکان میں سب سے پہلا اور اہم ترین کلمہ طیب ہے جس کے اقرار و تسلیم سے بندہ اس عمارت میں داخل ہوتا ہے- حضور سلطان العارفین قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں:

> ”آدمی پانچ بنائے اسلام سے مسلمان ہوتا ہے جو دس طریق پر ہیں، پانچ کا تعلق ظاہر سے ہے اور پانچ کا تعلق باطن سے ہے- پہلا بنائے اسلام کلمہ طیب لا اِلٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہے جس کا ظاہر زبانی اقرار ہے اور باطن تصدیق قلب ہے“-[13]

کلمہ پاک کا فقط زبانی اقرار کافی نہیں ہے بلکہ سچے دل سے اس عقیدہ کو تسلیم کرنا فرض ہے- بزبانِ حضرت سلطان باھو (رحمۃ اللہ علیہ):

> ”کلمہ طیب لا إلٰه الا الله محمد رسول الله کا تعلق اِقرار زبان اور تصدیق قلب سے ہے اور اسی کو ایمان مطلق کہتے ہیں- کلمہ طیب کے 24 پاک و طیب حروف ہیں جن پر کوئی نقطہ نہیں ہے یعنی ان پر دروغ و ستم و نفاق و تکبر و ہوا و طمع و رشوت و بغض و عجب و حسد و حرص و بخل و غیبت و غیرہ کا کوئی نقطہ نہیں ہے- اگر کوئی

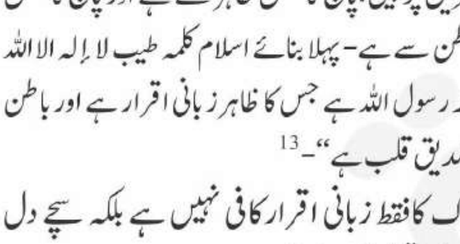

[11] (انفاس العارفین، ص:107)

[12] (کشف المحجوب، ص:370)

[13] (محک الفقر کلاں، ص:72-73)

آدمی ان ناشائستہ نقاط کو دل میں رکھ کر یہ کلمہ مجید پڑھتا ہے اور اس کا ذکر اپنی زبان سے کرتا ہے تو اس کے معنی بدل جاتے ہیں اور اس سے زبان ہرگز پاک نہیں ہوتی اور نہ ہی دل صفائی پکڑتا ہے‘‘۔[14]

وقتِ نزاع میں ذکر کلمہ طیب کی تاکید:

قرآن مجید میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے ذکر کو فرض فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ ہر وقت ہر حال میں اللہ کا ذکر کرنا ہے۔خواہ وہ رنج والم کا عالم ہو، خوشیاں ہوں، تسکین و صحت ہو، بیماری ہو یہاں تک کہ نزاع کی کیفیت ہو۔حضرت سلطان باھو قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں:

’’زندگی کی انتہا پر جان کنی کے وقت بھی ذکر اللہ کی تاکید کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے کہ اُس وقت یا تو کلمہ طیب ’’لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ‘‘ پڑھا جائے یا اللہ کا نام لیا جائے یا کلمہ شہادت پڑھا جائے اور یہ سب ذکر اللہ ہے‘‘۔[15]

نفی اثبات کے ذکر کی تلقین (فلسفہ موت):

جب طالب اللہ کسی کامل مرشد کی بارگاہ میں پہنچتا ہے تو وہ مردِ خود آگاہ طالب کو مست الست کرنے اور حال سے باخبر کرنے کیلئے اس کے وجود پر کلمہ طیب کے ذکر کو کھول دیتا ہے اور طالب جہر و سر کی حالت میں کلمہ پاک کا ذکر کرتا ہے۔ آپ قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

’’مرشد کامل چاہتا ہے کہ طالب کو توجہ بہ توجہ ہر مقام طے کرادے۔اس کے لئے پہلے وہ طالب کی صورت کو توجہ سے تصور و تصرف میں لاکر لا الہ کی نفی میں فنا کرتا ہے۔جب لا الہ کی نفی میں طالب کی صورت نفس فنا ہو جاتی ہے تو وہ صورت طالب کو اپنے تصور و تصرف میں لے آتا ہے اور اسے اثبات الا اللہ میں غرق کرکے اس کے قلب و روح کو زندہ کر دیتا ہے جس سے طالب کے باطنی حواس خمسہ کا پردہ ہٹ جاتا ہے، اس کے اوصاف ذمیمہ زائل ہو جاتے ہیں اور کوئی چیز اس کی نگاہ سے پوشیدہ نہیں رہتی اور وہ ہر وقت مشاہدۂ معرفت اللہ میں غرق رہتا ہے‘‘۔[16]

ایک اور مقام پر آپ قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

’’جان لے کہ فقیر طالب اللہ کو پہلے ہی روز کلمہ طیب لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کے حاضرات کا سبق دیتا ہے جس سے طالب فنا و بقا کے مراتب سے گزر کر مراتبِ فقر پر پہنچ جاتا ہے اور روشن ضمیر ہو کر نفس پر امیر ہو جاتا ہے‘‘۔[17]

دینِ اسلام محبت کا درس دیتا ہے۔اسلام کی اکملیت پر ایمان نصیب ہوتا ہے اور بندہ عشق کے میدان میں قدم رکھتا ہے اور ایمان کی تکمیل کے بعد فقر نصیب ہوتا ہے جس پر حضور رسالتِ مآب (ﷺ) نے فخر فرمایا ہے اور بندہ معرفتِ الٰہی کے نور سے منور ہو جاتا ہے۔نفس کو فنائیت ملتی ہے اور روح کو بقا مل جاتی ہے۔یہ مقامات و مراتب طالبِ حق کو مرشدِ کامل کی بارگاہ سے ہی عطا ہوتے ہیں۔اس متعلق حضرت سلطان صاحب قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں:

’’یہ ’’اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَھُوَ اللّٰہُ۔ مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا‘‘ کے مراتب ہیں جنہیں مرشدِ جامع تصورِ اسمِ اللہ ذات اور کلمہ طیبات ’’لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ‘‘ کی حاضرات سے کھول کر دکھا دیتا ہے‘‘۔[18]

حضرت سلطان صاحب کے ہاں مرشد کا معیار ہی یہ ہے کہ وہ طالب کو چلہ کشی اور ریاضتوں میں مشغول کئے بغیر ہی حق تک ’’یک دم برم‘‘ کر دے۔اس کے ظاہر و باطن سے گرد و غبار ہٹا کر فراق کے پردوں کو چاک کر دے اور طالب کو خالق کا قرب دِلا دے۔ان سب کیلئے مرشد کامل طالب کو تصور اسم اللہ ذات اور ذکر کلمہ پاک کی تلقین فرماتا ہے۔جیسا کہ آپ قدس اللہ سرہٗ فرماتے ہیں:

’’مرشدِ کامل صاحبِ ذوق طالب اللہ کو شروع ہی میں مشاہدۂ دل کے مرتبے پر پہنچا دیتا ہے اور مرشدِ ناقص اُسے رات دن چلہ و ریاضت میں مشغول رکھتا ہے۔یہ

[14](محک الفقر کلاں، ص:134)

[15](عین الفقر، ص:258-259)

[16](اسرار القادری، ص:68-69)

[17](امیر الکونین، ص:64-65)

[18](شمس العارفین، ص:90-91)

مرشدِ کامل ہی کی شان ہے کہ وہ تصوّرِ اسم اللہ ذات سے میدانِ دل کھول کر طالب اللہ کو دکھا دیتا ہے- ایسی فتوحات کی چابی کلمہ طیب "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ" ہے"-[19]

تمام علوم کلمہ پاک میں موجود ہیں:

علم و آگہی، مشاہدات اور حقیقت کے تمام تر اسرار و رموز کلمہ پاک کی زد میں ہیں- کلمہ کا فلسفہ ازل اور ابد کی تمام گتھی کو سلجھانے کیلئے کافی ہے- توحید ہی انسان کو انسان بناتی ہے اور اسے دوسرے مخلوقات سے منفرد درجہ دیتی ہے اور رسالت انسان کو سلیقہ زندگی اور بندگی کا علم دیتی ہے- حضرت سلطان باھو اپنی تصنیف لطیف "امیر الکونین" میں فرماتے ہیں:

"پس معلوم ہوا کہ دونوں جہان علم کی قید میں ہیں، علم کلمہ طیب لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ کی قید میں ہے اور کلمہ طیب اسم اللہ ذات کی قید میں ہے- جو بھی کلمہ طیبہ کو تصدیقِ دل کے ساتھ پڑھتا ہے اور اس کی حقیقت کو جانتا ہے اُس سے کوئی علم مخفی و پوشیدہ نہیں رہتا"-[20]

مطالب کے حصول کا ذریعہ:

اللہ کو یاد کرنے کے بیش بہا طریقے ہیں مگر حدیث پاک میں افضل الذکر کلمہ طیبہ کو فرمایا گیا ہے؛ اور اذکار کا حصول وصال ہوتا ہے تاکہ طالب واصلِ حق ہو کر واصل بن جائے اور اس کو تمام مطالب و مفاہیم کا ادراک ہو جائے- جب باطن پاک ہو جائے اور معیتِ خداوندی سے سالک ہمکنار ہو جائے تو پیچھے کوئی حاجت باقی نہیں رہتی- آپ قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

"حاضراتِ تصوّرِ کلمہ طیبّات "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ" سے طالب پر ذکرِ پاکی غیبی کھل جاتا ہے جو اُسے دونوں جہان میں بہرہ مند کر کے ہر مطلب سے ہمکنار کرتا ہے"-[21]

استغراقِ فنا فی اللہ اور کلمہ شریف:

حضرت سلطان باھُوؒ فرماتے ہیں کہ بندہ اپنے مالک کے قرب و وصال سے ہمکنار جس ریاضت کے ذریعے ہوپاتا ہے وہ سراسر شریعتِ مطہرہ کے دائرہ کے اندر ہی ممکن ہے جس میں رہ کر وہ اسم اعظم کا ذکر کرتا ہے، اسم اللہ ذات کا تصور پکاتا ہے اور کلمہ طیب کا ورد، وظیفہ، ذکر کرتا رہتا ہے- ان کی برکات اور تاثیر سے رضائے الٰہی کی ان کی طلب بڑھتی رہتی ہے اور خاص ہو جاتی ہے- اس بارے میں حضرت سلطان باھُوؒ فرماتے ہیں:

"برکتِ اسم اعظم و تاثیر کلمہ طیبّ اور غلباتِ تصورِ اسم اللہ ذات کی مدد سے جب کسی طالب اللہ پر استغراقِ فنا فی اللہ کا اِنعام کھولتا ہے تو اُس پر جمعیتِ قربِ الٰہی کامل ہو جاتی ہے- اہلِ راز کی ریاضت باجماعت نمازِ پنجگانہ ہے- بانماز راز برحق ہے اور بے شریعت و بے نماز راز باطل ہے- صاحب راز ہمیشہ تصورِ اسم اللہ ذات میں غرق رہنے والا اہلِ نظر عارف باللہ ہوتا ہے جو اپنے وجود سے خونِ جگر پیتا ہے- اِس ریاضت سے بڑھ کر سخت اور بہتر ریاضت اور کوئی نہیں ہے- ریاضت بھی دو قسم کی ہوتی ہے- (1) ریاضتِ عام: بعض لوگوں کی ریاضت ریا پر مبنی ہوتی ہے- جو سراسر تسکینِ ہوائے نفس، رجوعاتِ خلق اور ننگ و ناموس کی خاطر کی جاتی ہے- (2) ریاضتِ خاص جو ظاہر و باطن میں محض رضائے الٰہی کی خاطر کی جاتی ہے- یہ رازِ توحید کی ریاضت ہے جس کی چابی کلمہ طیّب "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ" ہے"-[22]

(جاری ہے)

[19] (شمس العارفین: ص، 78-79)

[20] (امیر الکونین، ص: 144-145)

[21] (شمس العارفین، ص: 65-66)

[22] (کلید التوحید کلاں، ص: 22-23)

حیات النبی (ﷺ)

تعلیماتِ سلطان باھوؒ اور اقبالؒ کی روشنی میں

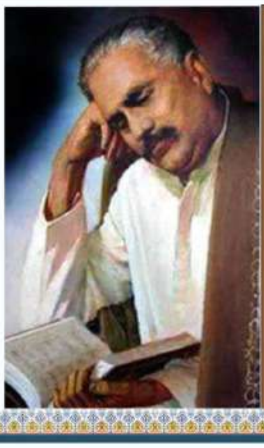

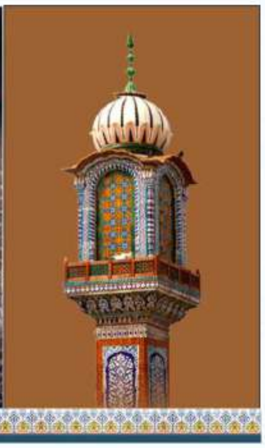

وقار حسن

حضرت سلطان باھو (رحمۃ اللہ علیہ) اور حکیم الامت علامہ محمد اقبالؒ کے افکار میں بدرجہ اُتم مماثلت موجود ہے-ان کی تعلیمات ماخذات سے لے کر اقوال اور افکار تک میں مماثلت موجود ہے- جہاں پر شریعتِ محمدی (ﷺ) کے ظاہری امور میں ان دونوں کے افکار یکساں ہیں- وہاں پر تصوف جیسے عمیق موضوعات میں بھی ان دونوں کے ہاں مشترک نظریات دیکھنے کو ملتے ہیں-راہِ تصوف میں ظاہری عقل سے ماوراہو کر عشق کی چشم سے کائنات اور مابعد کائنات کا مطالعہ کیا جاتا ہے اور عشق کا تعلق عقلِ ظاہری سے نہیں بلکہ قلب سے ہے-

دلِ بینا بھی کر خدا سے طلب
آنکھ کا نور دل کا نور نہیں

حیات النبی (ﷺ) ایک اہم موضوع ہے-جو ہر عہد کے علماء اور عرفاء کے ہاں زیر بحث دیکھائی دیتا ہے-فرق صرف اتنا ہے کہ جس نے فقط عقل ظاہری سے سوچا اور چشم ظاہر سے دیکھا اس نے (نعوذ باللہ) آقائے دو عالم (ﷺ) کو اپنے جیسا قرار دیا اور جس نے عشق کی نگاہ سے دیکھا وہ حقیقتِ محمدی (ﷺ) تک رسائی حاصل کر گیا-حیات النبی (ﷺ) پر قرآن حکیم، احادیث مبارکہ اکابرین اور عارفین کے فرمودات اور استدلال سے بے شمار حوالے موجود ہیں-

قرآن حکیم میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے واضح فرمادیا:

”اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ“[1]

”حضور نبی مکرم (ﷺ) مومنوں کیلیے ان کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہیں“-

در حقیقت تو آپ (ﷺ) اس جہان کی جان ہیں-جان ہے تو جہان ہے-امام احمد رضا خان بریلوی (رحمۃ اللہ علیہ) کیا خوب فرما گئے:

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

آقا دو عالم (ﷺ) کی ذاتِ قدسیہ بمطابق لسان القرآن مومنوں کی جان سے قریب تر ہیں-اگر حیات ہیں تو ہی قریب ہیں-ورنہ قرب کیسے ممکن ہے؟ اسی طرح ایک اور آیت مبارکہ سے آپ (ﷺ) کی حیات مبارکہ ثابت ہے-اللہ تبارک و تعالیٰ نے سورہ النساء میں فرمایا:

”وَ لَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا“[2]

”اور اگر وہ اپنی جانوں پر ظلم کر کے (آپ ﷺ) تیرے پاس آئیں-پس اللہ سے مغفرت طلب کریں اور رسول اللہ (ﷺ) بھی ان کی شفاعت فرمادیں تو یقیناً وہ اللہ کو بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا پائیں گے“-

یہاں پر بھی استدلال یہ ہے کہ شفاعت اسی وقت ممکن ہے-جب آپ (ﷺ) کی حیات مبارکہ کو تسلیم کیا جائے-

[1](الاحزاب:6)
[2](النساء:64)

امام ابو یعلیٰ نے اپنی مسند میں حضرت انس بن مالک (رضی اللہ عنہ) سے مروی ایک حدیث کو بیان کیا:

”انبیاء (علیہم السلام) اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نمازیں ادا کرتے ہیں“-[3]

اگر تمام انبیاء اپنی اپنی قبور میں حیات ہیں تو آپ (ﷺ) کو تو تمام انبیاء (علیہم السلام) پر سبقت اور فضیلت حاصل ہے- اب ذرا ہم اصل موضوع کی طرف آتے ہیں اور یہ دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں کہ سلطان العارفین اور علامہ محمد اقبال (رحمۃ اللہ علیہ) کی تعلیمات میں حیات النبی (ﷺ) کے بارے کیا نظریہ موجود ہے-

حضرت سلطان باھو (رحمۃ اللہ علیہ) اپنی تصنیف ”عین الفقر“ میں رقمطراز ہیں:

”سن! اگر کوئی حضور اکرم (ﷺ) کی حیات کو مردہ سمجھ بیٹھے تو اس کا ایمان سلب ہو جاتا ہے“-[4]

آپؒ کو عشقِ مصطفےٰ (ﷺ) میں اس قدر کمال حاصل تھا کہ آپؒ کو آقائے دو عالم (ﷺ) نے خود باطنی طور پر دستِ بیعت فرمایا-

آپؒ نے رسالہ روحی شریف میں فرماتے ہیں:

دست بیعت کردا مارا مصطفےٰ
خوانده است فرزند مارا مجتبیٰ[5]

”مجھے حضرت محمد (ﷺ) نے دستِ بیعت فرمایا اور انہوں نے مجھے اپنا (نوری حضوری) فرزند قرار دیا“-

آپؒ بار بار اپنی کتب میں اس بات کو دہراتے ہیں کہ مجھے مجلس مصطفےٰ (ﷺ) میں خاص مقام حاصل ہے کہ میں ہمہ وقت مجلس محمدی (ﷺ) میں رہتا ہوں-

”اے باھو! نبی کا غلام ہوں اور ہر دم ان کی مجلس میں حاضر رہتا ہوں اور ایک دم کے لیے کبھی ان سے جدا نہیں ہوتا“-[6]

دوسری طرف حکیم الاوقت بھی حیاتِ النبی (ﷺ) کے بارے میں یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ آپ (ﷺ) کی ذاتِ قدسیہ کی موجودگی اور حیاتِ مبارکہ برحق ہے- اس ضمن میں علامہ اقبالؒ خان نیاز الدین خان کو 14 جنوری 1922ء کے ایک خط میں کچھ یوں لکھتے ہیں:

”میرا عقیدہ ہے کہ نبی (ﷺ) زندہ ہیں اور اس زمانے کے لوگ بھی ان کی صحبت سے اس طرح مستفیض ہو سکتے ہیں جس طرح صحابہ کرام ہوا کرتے تھے- لیکن اس زمانے میں اس طرح کے عقائد کا اظہار اکثر دماغوں کو ناگوار گزرا ہو گا اس واسطے خاموش رہتا ہوں“-[7]

آپ (ﷺ) کی موجودگی کے فیضان سے ہی اس کائنات میں رنگا رنگی اور حیات رواں دواں ہیں- بلکہ یہ تو اقبال کے نزدیک آپ (ﷺ) کے نام مبارک کی برکت ہے کہ اس کائنات کی نبض چل رہی ہے-

خیمہ افلاک کا ایستادہ اسی نام سے ہے
نبض ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے[8]

اس کائنات کی تخلیق کا اصل موجب بھی آپ (ﷺ) کی ذات قدسیہ ہے اور اس کائنات کی حیات بھی آپ (ﷺ) کے فیضان سے ہے- اس کی بڑی دلیل واقعہ معراج ہے کہ سرکارِ دو عالم (ﷺ) کے قدم مبارک جب اس زمین سے اُٹھتے ہیں تو پانی کا بہنا اور کنڈی کا ہلنا تھم جاتا ہے- جب آپ (ﷺ) واپس تشریف لاتے ہیں آپ (ﷺ) کے قدمین مبارک سر زمین پر لگتے ہیں تو پانی چلنا شروع ہوتا ہے اور کنڈی ہلتی ہے- اقبال بھی اسی عقیدہ کے حامل ہیں- فارسی کلام میں لکھتے ہیں:

ہر کجا ہنگامۂ عالم بود
رحمتہ اللعالمینے ہم بود

[3](الخصائص الکبریٰ)
[4](عین الفقر)
[5](رسالہ روحی شریف)
[6](کلید التوحید کلاں)
[7](اقبال نامہ)
[8](بانگِ درا)

"جہاں کہیں ہنگامۂ عالم ہے وہاں رحمتہ اللعالمین (ﷺ) بھی ہیں"۔[9]

یہاں تک ہی نہیں بلکہ اقبالؒ تو سرکارِ دو عالم (ﷺ) کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ سے تو میں چھپا کہ کہتا ہوں لیکن آپ (ﷺ) سے برملا عرض کرتا ہوں: یارسول اللہ (ﷺ)! وہ میرے لیے پنہاں اور آپ (ﷺ) ظاہر ہیں"۔[10]

حضرت سلطان باھوؒ اور علامہ اقبالؒ زیارتِ مصطفےٰ کریم (ﷺ) کو ہی خدا سے معرفت حاصل کرنے کا وسیلہ قرار دیتے ہیں۔

حضرت سلطان باھوؒ اپنی کتاب "نور الہدیٰ" میں لکھتے ہیں:

"خدا کو محمد (ﷺ) سے جدا نہ کر کہ تو نے محمد (ﷺ) کی زیارت کر لی تو خدا کو پائے گا"۔[11]

اسی تناظر میں علامہ محمد اقبالؒ رقمطراز ہیں:

"آپ (ﷺ) کے عشق سے دل قوت پاتا ہے اور خاکی انسان کا رتبہ ثریا جتنا بلند ہو جاتا ہے"۔[12]

سلطان العارفین اپنی کتب میں مختلف جگہوں پر فقط فضائل اسمِ محمد (ﷺ) کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"تصور اسم محمدی (ﷺ) سے مجلس محمدی منکشف ہوتی ہے اور حضرت محمد (ﷺ) اپنے دیدار پر انوار سے مشرف فرماتے ہیں"۔[13]

حضرت سلطان باھوؒ کے اس فرمان سے واضح ہو رہا ہے کہ آپؒ کا حیات النبی (ﷺ) کے بارے میں راسخ عقیدہ ہے۔ اگر حضور نبی کریم (ﷺ) کی ذات حیات ہے تب ہی آپ (ﷺ) اپنی زیارت اور دیدار سے مشرف فرماتے ہیں۔

ایک اور جگہ پر لکھتے ہیں:

"جو آدمی حضور (ﷺ) کے مکھڑے پر فدا ہو گیا وہ مراتب اولیا پر پہنچ گیا"۔[14]

لیکن یہ عقیدہ اسی کو حاصل ہوتا ہے جس کو عشقِ مصطفےٰ کریم (ﷺ) نصیب ہو کیونکہ عقل یہاں محو تماشائے لب بام ہے ابھی۔ یہ عقل کے بس کا کھیل نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ابلیس فرزندِ اسلام کے دلوں سے عشقِ رسول (ﷺ) اور محبتِ رسول (ﷺ) ختم کرنا چاہتا ہے۔ جیسا کہ اقبال نے اس فکر سے آگاہ فرمایا۔

وہ فاقہ کش کی موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روح محمد (ﷺ) اس کے بدن سے نکال دو[15]

مندرجہ بالا حوالہ جات سے ثابت ہوتا ہے کہ سلطان العارفین اور علامہ اقبالؒ کے عقیدہ حیات النبی (ﷺ) میں مماثلت موجود ہے اور دونوں حیات النبی (ﷺ) کے بارے پر نظریہ اور عقیدہ رکھتے ہیں کہ آپ (ﷺ) کی ذات ہی اس جہان کی جان ہے۔

آپ (ﷺ) کی ذات کی برکت سے اس کائنات میں رنگارنگی اور چہل پہل ہے۔ بس اس کو سمجھنے کے لیے عشق کی ضرورت ہے۔ بصورتِ دیگر ہم پر صادق آتا ہے کہ بزبانِ اقبال:

بجھی عشق کی آگ اندھیر ہے
مسلماں نہیں راکھ کا ڈھیر ہے[16]

☆☆☆

---

[9](جاوید نامہ)
[10](پیام مشرق)
[11](نور الہدیٰ)
[12](اسرارِ خودی)
[13](نور الہدیٰ)
[14](محک الفقر کلاں)
[15](ضربِ کلیم)
[16](بالِ جبریل)

حیاتِ اولیاء و مراتبِ اولیاء

حضرت سلطان باھُوؒ کی چند کُتب کے اقتباسات سے

انتخاب از:
حافظ محمد شہباز عزیز

(یہ عنوان یوں تو تقریباً تقریباً سبھی اولیاء اللہ کی کتب وتصانیف کا مشترکہ موضوع ہے، لیکن زیرِ نظر مضمون میں کوشش کی گئی ہے کہ اس موضوع کو دسویں صدی ہجری (سولہویں صدی عیسوی) کے عظیم عارف باللہ سلطان العارفین سلطان الفقر حضرت سخی سلطان باھُوؒ کی تعلیمات وتصنیفات سے سمجھیں گے- اس میں اپنی رائے کو شامل نہیں کیا گیا بلکہ تصانیفِ حضرت سلطان العارفین سے اقتباسات اخذ کر کے انہیں ترتیب وعنوانات دیئے ہیں)-

1- نورالھدیٰ

تین قسم کے لوگ قبر میں سلامت رہتے ہیں:

12 سال تک روح قبر میں اپنے جسم کے پاس آتی جاتی رہتی ہے جیسے کوئی کسی کی بیمار پرسی کیلئے آتا جاتا ہے، لیکن تین آدمیوں کا جسم اللہ تعالیٰ کی امان میں سلامت رہتا ہے جیسا کہ وہ دورانِ حیات ہوتا تھا- اوّل علمائے عامل کا جسم، دوم فقرائے کامل کا جسم، سوم شہید مکمل اکمل کا جسم کہ یہ سب حضرات شہید اکبر ہوتے ہیں اور مرنے کے بعد زندہ لوگوں سے ہم کلام ہوتے رہتے ہیں-[1]

اہلِ ناسوت (طالبِ دنیا و محبِّ دنیا) اور اہلِ لاھوت (اولیاء اللہ) کی موت میں کیا فرق ہے؟

اہلِ ناسوت کی موت اُسے مرنے کے بعد قبر کے عذاب میں مبتلا کر کے خراب کرتی ہے جس سے اہلِ ناسوت کا وجود خاک و خاکستر ہو کر نیست و نابود ہو جاتا ہے لیکن اہلِ لاھوت لامکان کو جب موت آتی ہے تو قبر میں اُس کے جسم کے ساتوں اندام صحیح سلامت رہتے ہیں کیونکہ تصورِ اسم اللہ ذات کی وجہ سے اُس کا جسم نور بن جاتا ہے، قلب زندہ ہو جاتا ہے، روح مقدس ہو جاتی ہے اور وہ ہمیشہ انبیاء و اولیاء اللہ کی مجالس میں حاضر رہتا ہے- ایسی موت کو ”قرب المعبود“ کہتے ہیں- اللہ تعالیٰ کے حکم سے دونوں جہان اہلِ نظر اَولیاء اللہ کی نگاہ میں رہتے ہیں اور زندگی و موت اُن کے لئے یکساں ہو جاتی ہے بلکہ عالمِ حیات کی نسبت عالمِ ممات میں اُن کے مراتبِ قربِ حق تعالیٰ بڑھ جاتے ہیں اور اُن کی قوتِ توفیق میں اضافہ ہو جاتا ہے- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے: بے شک اَولیائے ”اَللہُ“ مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہو جاتے ہیں-[2]

اَولیاء اللہ موت کے بعد توحیدِ الٰہی میں غرق رہتے ہیں:

زندہ دل اَولیاء اللہ ہر گز نہیں مرتے، اَولیاء کیلئے تو قبر لقائے حق کا خلوت خانہ ہوتی ہے- مرنے کے بعد وہ پاک نوری صورت اختیار کر کے توحیدِ الٰہی میں غرق ہو جاتے ہیں اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی حضوری میں رہتے ہیں- لوگ انہیں زیرِ

[1](نورالھدیٰ، ص:65)
[2](نورالھدیٰ، ص:323)

خاک قبر کا مردہ سمجھتے ہیں لیکن وہ سر بسر دیدارِ الٰہی میں محو ہوتے ہیں- اَولیاء اللہ ہر گز نہیں مرتے بلکہ وہ دیدارِ الٰہی میں غرق رہتے ہیں اور ان کے وجود میں طمع و حرص و ہوس جیسے خصائل بد مر جاتے ہیں-[3]

بعض اولیاء اللہ اپنی قبروں سے باہر آکر بھی ارشاد و تلقین کا فریضہ سرانجام دیتے رہے ہیں:

اولیاء اللہ مرتے نہیں ہیں بلکہ اپنی زندگی کو عالمِ ممات میں لے جاتے ہیں اور مرنے کے بعد خود کو زندہ کر لیتے ہیں- بعض عالم باللہ اولیاء اللہ کا یہ طریقہ رہا ہے کہ قبروں سے باہر آکر اپنے شاگردوں کو تعلیم دیتے رہے ہیں اور اپنے طالبوں کو ذکر اللہ کی تلقین کرتے رہے ہیں- حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے: ”بے شک اولیاء اللہ مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہو جاتے ہیں“-جو شخص دنیوی گھر میں اپنے نفس سے مفرور ہو جاتا ہے وہ قبر کے گھر میں صاحبِ مشاہد حضور ہو جاتا ہے اور اس کی روح فرحت یاب ہو جاتی ہے-[4]

اولیاء اللہ کی وفات کے بعد لوگ کیا سمجھتے ہیں؟

لوگ سمجھتے ہیں کہ وفات کے بعد اَولیاء اللہ قبر میں زیرِ خاک دفن ہوتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنے پاک روحی وجود کے ساتھ حضورِ حق میں حاضر رہتے ہیں- اکثر اُن کی قبریں گمنام و بے نشان ہوتی ہیں کہ وہ اپنے روحی جسم کو قبر سے نکال کر لامکان میں لے جاتے ہیں- جب کوئی عارف اُن کا نام لے کر انہیں پکارتا ہے تو وہ حاضر ہو کر اُسے گفتگو کرتے ہیں اس طرح کی موت کو عین زندگی کہا گیا ہے کہ اِس سے قیدِ دنیا سے دائم خلاصی نصیب ہوتی ہے-[5]

مرنے کے بعد مجھے ایسا وصال نصیب ہوا ہے کہ میرے ساتوں اندام ”اَللّٰہُ، اَللّٰہُ“ پکارتے رہتے ہیں-[6]

فقیر ولی اللہ کسے کہتے ہیں؟

فقیر ولی اللہ اُسے کہتے ہیں جو تصورِ اسم اللہ ذات کی توجہ سے کونین کا ہر مرتبہ و ہر درجہ کھول کر اپنے تصرف میں لا سکتا ہے اور تفکر کے ذریعے کل و جز کے 18 ہزار عالم کو اپنے سامنے حاضر کر کے ہر عالم کو فیض و فضل سے بہرہ ور کر سکتا ہے- ایسے مرتبہ کے حامل فقیر کو بھی ولی اللہ فقیر کہتے ہیں-[7]

فقیر (ولی اللہ) کے مراتب:

جان لے کہ فقیر کو قربِ الٰہی میں اعلیٰ مرتبہ حاصل ہوتا ہے- وہ اللہ تعالیٰ کا رفیق باتوفیق اور صاحبِ دیدار ہوتا ہے- وہ عارف ولی اللہ، محقق عالم باللہ اور روشن ضمیر ہوتا ہے جو کونین (دونوں جہان) پر امیر ہوتا ہے، کل و جز کی تمام مخلوق اُس کی قیدی اور اسیر ہوتی ہے، لوحِ محفوظ پوری تفسیر کے ساتھ اُس کے مطالعہ میں رہتی ہے، وہ دائمی طور پر حضرت محمد رسول اللہ (ﷺ) کی مجلس میں حاضر رہتا ہے اور وہ اہلِ قبور کی روحانیت پر حاکم ہوتا ہے کیونکہ وہ صاحبِ بصارت اور صاحبِ ”قم باذن اللہ“ ہوتا ہے-[8]

عارف فقیر مالک الملک ہوتا ہے:

عارف فقیر مالک الملک ہوتا ہے (اشارہ اس آیت مبارکہ کی جانب ہے ”اَنَّ الْاَرْضَ یَرِثُهَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ“ کل و جز کی ہر چیز پر اُس کا حق ہوتا ہے کیونکہ وہ ہر شے پر حاکم و امیر ہوتا ہے- عارف باللہ کی نظر حقیقتِ احوال پر رہتی ہے اور یہ مرتبہ وہ بارگاہِ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پاتا ہے- زندگی ہو یا موت ہو وہ ہر حال میں اہلِ نجات ہوتا ہے اور وہ

[3](نور الھدیٰ، ص:69)
[4](نور الھدیٰ، ص:149)
[5](نور الھدیٰ، ص:471)
[6](نور الھدیٰ، ص:473)
[7](نور الھدیٰ، ص:309-311)
[8](نور الھدیٰ، ص:189)

تصورِ اسم اللہ ذات کی ایک ہی توجہ سے مردے کو زندہ کرنے پر قادر ہوتا ہے-[9]

2- عینُ الفقر

اَولیاء اللہ لایحتاج ہوتے ہیں:

لوگوں کو نفس ہی نے محتاج بنا رکھا ہے ورنہ آدمی اگر نفس سے خلاصی پالے تو لایحتاج بن جاتا ہے- پس اَولیاء اللہ لایحتاج ہوتے ہیں اور اَولیاء اللہ اہلِ فقر کو کہتے ہیں- فقر خود لایحتاج ہے اور ہر شے اُس کی محتاج ہے-[10]

مُردہ دل آدمی سے فقیر کی قبر بہتر ہے:

اگر میں مر بھی گیا اور مجھے زمین میں دفنا دیا گیا تو میری جان و تن و من ذکر اَللہُ میں مشغول رہیں گے- جب منکر نکیر میرے پاس آئیں گے تو میں اُن کو اپنا مافی الضمیر میں دکھادوں گا- پھر وہ مجھ سے کہیں گے اے سونے والے تیری قبر نہایت عمدہ خلوت خانہ ہے، اس میں اللہ تعالیٰ کی ہم نشینی حاصل کر- اے باھُو! ایک مُردہ دل آدمی سے فقیر کی قبر بہتر ہے کہ اُس سے تو جو کچھ طلب کرے گا وہ تجھے آسانی سے مل جائے گا- حضور علیہ الصلوٰۃُ والسلام کا فرمان ہے: ”موت ایک پُل ہے جو حبیب کو حبیب سے ملاتا ہے“- اے باھُو! تن مردہ اور دل زندہ ہو تو بندہ اللہ تعالیٰ کا حبیب بن جاتا ہے اور اگر تن زندہ اور دل مردہ ہو تو بندہ قربِ حق سے محروم رہتا ہے-[11]

ذاکر کا دل مرنے کے بعد بھی زندہ رہتا ہے:

ذاکر کا دل مرنے کے بعد بھی زندہ رہتا ہے اور اُس میں جان باقی رہتی ہے- زندہ دل ہر گز نہیں مرتا- مٹی اور کیڑے اُس کا گوشت ہر گز نہیں کھاتے چاہے ہزارہا سال ہی کیوں نہ گزر جائیں-[12]

3- امیر الکونین

عارفِ روحانی اور عارفِ لامکانی کے لئے موت وحیات برابر ہوتی ہے:

عارفِ روحانی اور عارفِ لامکانی کے لئے موت وحیات برابر ہوتی ہے- اگرچہ وہ بظاہر مراتبِ موت کی قوت سے لوگوں کی نظروں سے غائب خلقِ خدا سے جدا ہوتے ہیں لیکن وہ زندہ لوگوں پر غالب ہوتے ہیں- لوگ انہیں زیرِ خاک مردہ سمجھتے ہیں لیکن خلوتِ قبر میں انہیں قربِ خدا حاصل ہوتا ہے اور وہ ہر وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں حاضر رہتے ہیں- اَولیاء اللہ فقیر جس طرح زندگی میں لوگوں کو طالب مرید بنا کر انہیں علم کی تعلیم اور معرفت کی تلقین سے سنوارتے ہیں مرنے کے بعد وہ یہ کام زندگی سے دوگنا زیادہ کرتے ہیں-[13]

اہلِ قبور (اولیاء اللہ) سے ہر مطلب حاصل کیا جاسکتا ہے:

اَولیاء اللہ فقیر اپنے وجود کو قبر سے نکال کر خدا کے ساتھ رہتے ہیں، وہ قبر میں ہر گز نہیں رہتے- وہ ہر وقت مجلسِ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ و السلام میں اُن کے ہم مجلس رہتے ہیں لیکن اگر اُن کی قبر پر جا کر اُن کا نام لیا جائے تو وہ قبر میں حاضر ہو جاتے ہیں- تُو اپنا ہر مطلب اہلِ قبور سے حاصل کر سکتا ہے اور اُن کی حضوری سے اپنے ہر سوال کا جواب پاسکتا ہے- بعض اَولیاء اللہ فقیر گم قبر و گمنام و بے نشان ہوتے ہیں کیونکہ وہ اپنے جسم کو اپنے ساتھ لامکان میں لے جاتے ہیں-[14]

اَولیاء اللہ کو مُردہ نہ کہو:

حضور علیہ الصلوٰۃُ والسلام کا فرمان ہے: خبردار بے شک اَولیائے اَللہ مرتے نہیں بلکہ وہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں منتقل ہو جاتے ہیں- یہ مرتبہ ان اہلِ دیدار اَولیاء اللہ کا ہے جو

[9](نور الھدیٰ، ص:297-296)

[10](عین الفقر، ص:135-133)

[11](عین الفقر، 185)

[12](عین الفقر، ص:261)

[13](امیر الکونین، ص:359-361)

[14](امیر الکونین، ص:361)

مرنے سے پہلے مر کر امر ہو جاتے ہیں- کسی کامل روحانی کی قبر پر حاضری دے تاکہ تیرا ہر مطلب پورا ہو اور روحانی تجھے تیرے مطلوبہ مقام پر پہنچا دے- فرمانِ حق تعالیٰ ہے: ”اور جو لوگ خدا کی راہ میں قتل ہو جائیں انہیں مُردہ مت کہو کہ وہ زندہ ہیں لیکن تمہیں اُن کی زندگی کا شعور نہیں“- جو کوئی اَولیاء اللہ کو مُردہ کہے وہ خود مُردہ ہے کہ اَولیاء اللہ تو دنیا سے حیاتِ جاوداں لے کر جاتے ہیں- اَولیاء اللہ تصورِ اسم اللہ ذات سے دائم حیات پا کر خلقِ خدا سے مکمل نجات پا جاتے ہیں-[15]

اَولیاء اللہ مثلِ آفتاب قبر میں فیض رسانی کرتے ہیں:

اَولیاء اللہ مثلِ آفتاب قبر میں فیض رسانی کرتے ہیں، جو بھی اُن کا نام لے کر اُنہیں پکارے وہ عیاں ہو کر حاضر ہو جاتے ہیں-[16]

قبر میں عارفانِ ذاتِ حق دائم حیات رہتے ہیں:

خلوت قبر میں سوائے ذاتِ حق کے فرشتوں کی کوئی جگہ نہیں، وہاں تو فقط عارفانِ ذاتِ حق دائم حیات رہتے ہیں- قبر میں جانا گویا وحدتِ حق کے نور میں غرق ہونا ہے کہ قبر میں لقائے حق کی یافت اور حق بحق حضوری ہوتی ہے-[17]

اہلِ راز (اولیاء اللہ) کا مرتبہ:

باھُو کی قبر سے ہر وقت ھُو ھُو کی آواز آتی رہتی ہے کہ راہِ حضوری میں اہلِ راز کے یہی مراتب ہیں-[18]

4- عقلِ بیدار

اَولیاء اللہ کی موت سے کیا مراد ہے؟

اَولیائے اَللّٰہُ مرتے نہیں کہ وہ حیات اسم اَللّٰہُ سے دائم زندہ ہو جاتے ہیں اور پھر مرتے نہیں کہ اَولیائے اَللّٰہُ کی موت سے مراد اُن کی خطراتِ خلق سے نجات ہے- حضور علیہ الصلوٰۃُ والسلام کا فرمان ہے: ”جو کوئی اَللّٰہُ کا عارف بن جاتا ہے اُسے مخلوق کے میل جول میں مزہ نہیں آتا“-[19]

اَولیاء اللہ کو مردہ سمجھنے والا کون ہے؟

فقیر کی قبر گمنام ہوتی ہے اور اُس کا جسم و جان بھی گمنام رہتا ہے کہ وہ اپنے جسم کو اپنے ساتھ لامکان میں لے جاتا ہے- جو کوئی اَولیائے اَللّٰہُ کو مردہ سمجھتا ہے وہ افسردہ دل عقل و خرد سے محروم ہے-[20]

اَولیائے اَللّٰہُ فقیر مرنے کے بعد مراتبِ عروج کی طرف انتقال کرتے ہیں:

انتقال کی اصل ذاتِ حق کا وصال ہے- یہی وجہ ہے کہ اَولیائے اَللّٰہُ فقیر مرنے کے بعد مراتبِ عروج کی طرف انتقال کرتے ہیں اور روحانی طیر سیر سے ترقی پذیر ہو کر بلند سے بلند مراتب پر پہنچتے ہیں- اَولیائے اللہُ ایک ہی دم میں ہزار ہا احوال سے گزرتے ہیں، کبھی وہ مراتبِ لا الہ (کے مشاہدہ) پر ہوتے ہیں، کبھی مراتبِ الا اللہ (کے مشاہدہ) پر، کبھی مراتبِ محمد رّسول اللہ (کے مشاہدہ) پر اور کبھی مراتبِ نورِ حضور (کے مشاہدہ) پر ہوتے ہیں-[21]

اَولیاء اپنی قبروں سے باہر بھی آ سکتے ہیں:

اَولیاء کی قبر جنت کا گھر ہے جو کوئی اس حقیقت سے آشنا نہیں وہ بیگانہ ہے- اَولیائے اللہُ اپنی قبروں سے باہر بھی آ سکتے ہیں اور حکمِ الٰہی سے وہ تجھ سے گفتگو بھی کر سکتے ہیں- وہ طالبانِ حق کو دلیل و الہام سے آگاہی بخشتے ہیں اور روح سے پیغام دیتے ہیں کہ اُن کی روح خلیقِ حق ہوتی ہے- جس کے پاس چشمِ بینا ہے وہ ان مراتبِ حضوری کو دیکھ لیتا ہے لیکن بے شعور نابینا ان مراتب کو کہاں دیکھ سکتا ہے؟ جو کوئی ان مراتب پر پہنچ جاتا ہے اُس کیلئے موت و حیات برابر ہو جاتی ہے-[22]

[15] (امیر الکونین، ص:361)
[16] (امیر الکونین، ص:409)
[17] (امیر الکونین، ص449)
[18] (امیر الکونین، ص449)
[19] (عقل بیدار، ص:93)
[20] (عقل بیدار، ص:77)
[21] (عقل بیدار، ص:211)
[22] (عقل بیدار، ص:259)

انبیائے کرام اور اَولیاء اللہ کی موت در اصل اُن کا مرتبہ معراج و مشاہدہ حضوری ہے:

انبیاء و اَولیائے اللہ کی موت اُن کا مرتبہ معراج و مشاہدہ حضوری ہے کیونکہ موت کے بعد انبیاء و اَولیائے اللہ کو سیر درجات میں ترقی اور دائمی زندگی حاصل ہوتی ہے جس سے وہ ہمیشہ زندہ ہی زندہ رہتے ہیں اور بندے اور رب کے درمیان دونوں جانب تعلق قائم رکھتے ہیں-[23]

اَولیاء اللہ خزائن الٰہی کے مالک ہوتے ہیں:

تو اس میں تعجب نہ کر اور نہ ہی اس کا انکار کر کہ اَولیائے اللہ کو ہر قسم کی توفیق حاصل ہوتی ہے اور بے شک وہ خزائن الٰہی کے مالک ہوتے ہیں-[24]

5-کلیدُ التوحید (کلاں)

اولیاء اللہ (اہل اللہ) کی قبر سے زیر و زبر کی ہر حقیقت کھلتی ہے:

قبر اہلِ خبر اَولیاء اللہ کا خلوت خانہ ہوتی ہے اس لئے تُو اپنا ہر مطلب اَولیاء اللہ کی قبر سے حاصل کر- اہل اللہ کی قبر سے ہر مشکل حل ہو جاتی ہے- کیونکہ اہل اللہ کی قبر سے زیر و زبر کی ہر حقیقت کھلتی ہے- اے باھُو! اہل اللہ کے مزار پر علمِ دعوت[25] پڑھنے سے پہلے ہی روز حضوری حق نصیب ہو جاتی ہے-[26]

اَولیاء اللہ کو بارگاہِ الٰہی سے تصرف حاصل ہوتا ہے:

اَولیاء اللہ کو بارگاہِ الٰہی سے بادشاہی فقر حاصل ہوتی ہے اس لیے سات ولایتوں میں اُن کے نام کا ڈنکا بجتا ہے اور ساتوں ولایتیں اُن کے تصرف میں رہتی ہیں-[27]

اہلِ زندہ دل (اولیاء اللہ) ہر گز نہیں مرتے:

جو شخص زندہ دل ہو کر ولی اللہ بن جاتا ہے وہ ہر گز نہیں مرتا- لوگوں کی نگاہ میں وہ مرتا ہے لیکن حقیقت میں وہ مرتا نہیں کہ اُس کا دل زندہ ہو جاتا ہے- اے باھُو! اہلِ زندہ دل ہر گز نہیں مرتے، میرے لیے تو موت وصلِ خدا کی رہنما ہے-[28]

تُو اپنا ہر مطلب اہلِ قبور انبیاء و اَولیاء کی ارواح سے طلب کر:

تُو اپنا ہر مطلب اہلِ قبور انبیاء و اَولیاء کی ارواح سے طلب کر کہ جب طالب کی ملاقات کسی اہلِ قبر روحانی سے ہوتی ہے تو وہ اُسے کون و مکان سے نکال کر لامکان میں پہنچا دیتا ہے-[29]

اَولیاء اللہ مرتے نہیں بلکہ نقل مکانی کرتے ہیں:

اُمتِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے فنا فی اللہ و فنا فی ذات اَولیائے اَللہُ کو موت نہیں آتی بلکہ وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنے چلے جاتے ہیں چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام نے فرمایا ہے: خبردار! بے شک اَولیائے اَللہُ مرتے نہیں بلکہ وہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں نقل مکانی کر جاتے ہیں-[30]

اَولیاء اللہ کے لئے قبر اُن کے جسم و جان کی مثل ہے:

اَولیاء اللہ کے لئے قبر اُن کے جسم و جان کی مثل ہے لہٰذا اُن کو قبر میں سویا ہوا ہی جانو- قبر میں سونے والے اَولیاء اللہ کو بیدار کر کے اُن سے گفتگو کرو اور اُن سے دوستی بڑھاؤ-

---

[23] (عقلِ بیدار، ص:313)

[24] (عقلِ بیدار، ص:157)

[25] (حضرت سلطان باھو (رحمۃ اللہ علیہ) نے اپنی کتب میں علمِ دعوت، دعوتِ قبور اور اہلِ دعوت سے متعلق مستقل ابواب باندھے ہیں- آپؒ کے ہاں یہ ایک خاص قسم کا طریق ہے جو خاص الاخص لوگوں کا نصیب ہے- اس موضوع پر علیحدہ سے تفصیلی گفتگو کی جا سکتی ہے- آپؒ نے دعوت قبور کا تذکرہ کرتے ہوئے کثیر مرتبہ یہ حدیث مبارکہ نقل فرمائی ہے کہ جب تم اپنے معاملات میں پریشان ہو جاؤ تو اہل قبور سے مدد مانگ لیا کرو- یہ حدیث مبارکہ حیات اَولیاء پر سب سے بڑی دلیل ہے- الغرض سلطان العارفینؒ کے دعوتِ قبور کے فلسفے کو سمجھنے کیلئے آدمی کو عالم باعمل اور تصوف و روحانیت سے قلبی و عملی شغف ہونا چاہئے وگرنہ یہ موضوع سر سے گزر جائے گا-)

[26] (کلید التوحید کلاں، ص:167)

[27] (کلید التوحید کلاں، ص:181)

[28] (کلید التوحید کلاں، ص:313)

[29] (کلید التوحید کلاں، ص:329)

[30] (کلید التوحید کلاں، ص:637)

جب کسی اہلِ قبر روحانی کا کلام دل میں سنائی دینے لگے تو سمجھ لو کہ قبر میں کوئی زندہ دل عارف رہتا ہے۔[31]

6- محک الفقر کلاں

اولیاء اللہ کی قبر اُن کیلئے خواب گاہ ہے:

جس آدمی کو مرنے کے بعد مقامِ علّیین اور مجلسِ محمدی (ﷺ) کی حضوری میں تمام انبیاء و اولیاء سے ملاقات کا شرف حاصل ہو جاتا ہے اُس کیلئے حیاتِ دنیا حیرانی و پریشانی و بے جمعیتی کا باعث بن جاتی ہے۔اس طرح کی موت پانے والے اولیاء اللہ کو قبر میں مردہ تصور مت کرو کہ اُن کی قبر اُن کیلئے محض ایک خواب گاہ ہے جہاں وہ دلہن کی طرح مزے کی نیند سوتے ہیں اور قیامت تک یہ نیند اُنہیں محض ایک لمحے کا خواب معلوم ہوتی ہے۔اگر اولیاء اللہ کو مرنے کے بعد اس طرح کی زندگی نصیب نہ ہوتی اور خواب نما موت سے مجلسِ سبحانی کا شرف حاصل نہ ہوتا تو بے شک وہ موت اختیار نہ کرتے۔[32]

اولیاء اللہ کو قبروں میں سویا ہوا سمجھو:

اولیائے اللہ کی قبریں اُن کے جسم و جان کی مانند ہوتی ہیں، اولیائے اللہ کو قبروں میں سویا ہوا سمجھو۔اِن سونے والوں کو قبروں سے بیدار کر کے اِن سے دوستی کر لو اور اِن سے گفتگو کرو۔اُن کے دل لوگوں کے دلوں سے ہم کلام ہوتے ہیں، اُن کی قلبی گفتگو سراسر الہامِ الٰہی پر مبنی ہوتی ہے۔ اولیائے اللہ زبانِ قلب سے ہر وقت لوگوں کے دلوں سے ہم کلام رہتے ہیں کیونکہ وہ زیرِ زمین زندہ ہوتے ہیں۔[33]

عارفوں کی قبریں اُن کیلئے خاص خلوت گاہ ہوتی ہیں:

عارفوں کی قبریں اُن کے لئے خاص خلوت گاہ ہوتی ہیں جہاں وہ خلق سے جدائی اختیار کر کے معیتِ خالق اختیار کئے رہتے ہیں۔قبر عارفوں کو ذاتِ حق کی آگاہی بخشتی ہے کہ قبر میں پہنچ کر عارف کا سارا وجود ذاکر بن جاتا ہے۔اولیائے اللہ فقیر مرتے نہیں بلکہ وہ زندہ رہ کر ہر وقت اسم اللہ ذات کے نور میں غرق رہتے ہیں۔[34]

کیسی موت حیاتِ ابدی کہلاتی ہے؟

خلق کے نزدیک وہ (ولی اللہ) مر جاتا ہے اور لوگ اُسے قبر میں دفنا بھی دیتے ہیں لیکن خالق کے نزدیک وہ زندہ ہوتا ہے۔حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے: ”موت ایک پل ہے جو محبوب کو محبّ سے ملاتا ہے“۔اُس کا جسم قبر کی کھال میں تہہِ خاک ہوتا ہے اور اُس کی روح بالائے عرش یار کی ہم مجلس ہوتی ہے۔ایسی ہی موت کو حیاتِ ابدی کہتے ہیں۔[35]

☆☆☆

[31] (کلید التوحید کلاں، ص:667)
[32] (محک الفقر کلاں، ص:203)
[33] (محک الفقر کلاں، ص:273)
[34] (محک الفقر کلاں، ص:217-219)
[35] (محک الفقر کلاں، ص:527)

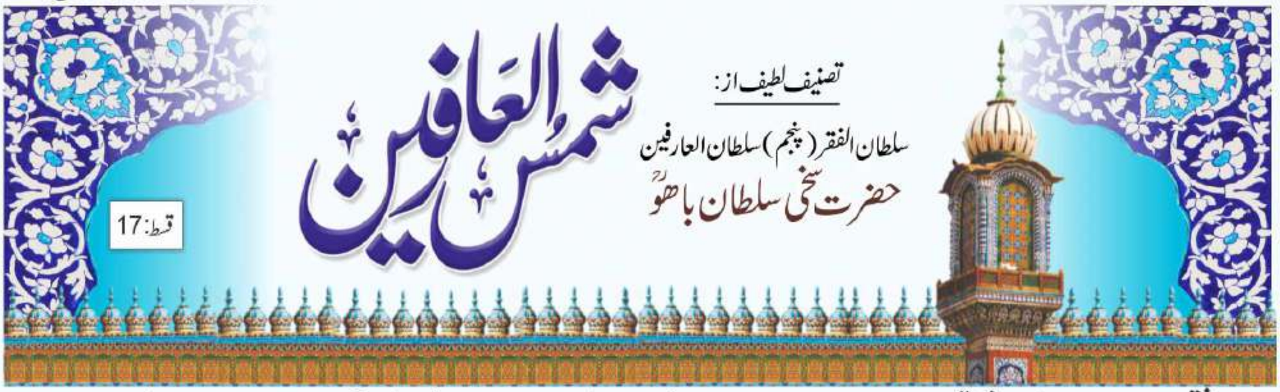

سلوک نامہ

مترجم: سید امیر خان نیازی

نقل ہے کہ درویش پانچ قسم کے ہوتے ہیں: (۱) صاحبِ کشف القلوب جو ہر دل کی خبر رکھتے ہیں، (۲) صاحبِ کشف القبور جو دونوں جہان کی خبر رکھتے ہیں، (۳) اوتاد (۴) قطب جو ہر سات زمین و سات آسمان کی خبر رکھتے ہیں اور (۵) غوث جو عرش اور عرش سے بالا ستر ہزار حجابات کی خبر رکھتے ہیں- چھ اوتاد کے برابر ایک قطب کا مرتبہ ہے اور چھ قطب کے برابر ایک غوث کا مرتبہ ہے- ایک روایت میں آیا ہے کہ ہر رات غوث کے 360 ہزار جسم پیدا ہو جاتے ہیں اور وہ ہر جسم کے ساتھ سجدہ کرتا ہے- قطب نصف پیر ہوتا ہے جبکہ غوث پورا پیر ہوتا ہے- اگر کوئی دوسرا آدمی پیری کا دعویٰ کرے تو روزِ قیامت شرمسار ہو گا- اگر کسی کا نفس سرکش ہو کر ہوا و ہوس میں مبتلا ہو جائے اور وہ ابلیس کی موافقت اختیار کر لے یا اگر کوئی مفلس ہو جائے اور اُس کا دل ظاہر میں غنی ہو نہ باطن میں مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی حضوری اُسے نصیب ہو اور فقر و فاقہ سے تنگ آکر وہ گداگری شروع کر دے اور فقرِ اضطراری کا شکار ہو کر فقرِ مکب٘ (منہ کے بل گرانے والا فقر) اختیار کر لے یا اگر کوئی طالب شکستہ دل ہو جائے اور فقیرِ کامل و مرشدِ مکمل سے جا کر کہے کہ تُو واصل باللہ مرشد نہیں ہے، تجھ سے کچھ بھی حاصل نہیں ہو سکتا یا اگر کوئی ہمیشہ بیمار رہے اور شدتِ مرض اُسے بے قرار کر دے اور اُسے نیند بالکل نہ آئے، ہر وقت بیدار رہے اور ہر طبیب و حکیم اُس کی نبض دیکھ کر کہے کہ یہ لا دوا مریض ہے، یہ ہرگز تندرست نہیں ہو سکتا یا اگر کوئی دعوت پڑھتے ہوئے رجعت کھا کر دیوانہ ہو جائے اور مردہ و افسردہ دکھائی دے یا اگر کسی فقیر پر راہِ سلک سلوک بند ہو جائے اور وہ مقامِ علیین سے گر کر مقامِ سجین میں آجائے یا اگر کوئی شخص کسی کی دشمنی میں گرفتار ہو کر اخلاص کھو بیٹھے اور کوئی سبیل نہ نکلے یا اگر کسی طالب کا مرشد اُس سے ناراض ہو جائے اور اُس کا روشن ضمیر دل مردہ ہو جائے، نقد وقتِ حال ہار کر بے حال ہو جائے، معرفتِ الٰہی سے محروم ہو جائے اور دیوانہ ہو کر زوال پذیر ہو جائے یا کسی کی دعوت رواں نہ ہو اور وہ حالتِ قبض و بسط و سکر و صحو سے نہ نکل سکے یا کوئی خواب یا مراقبہ میں کفار اور مجلسِ اہلِ بدعت دیکھے یا کوئی ہر وقت نیند میں ڈوبا رہے اور وہ بیداری و زندہ دلی کھو بیٹھے یا اگر کوئی فسق و فجور، ظلم و ستم اور شراب نوشی سے نجات نہ پا سکے تو اِن سب امراض کا علاج حاضراتِ تصورِ اسمِ اللہ ذات اور حاضراتِ تصورِ کلمہ طیبات "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ" ہے، طریقِ تحقیق سے ہر ایک معاملہ کو اسمِ اللہ ذات کی برکت اور دعوتِ اہلِ قبور سے سمجھا بھی جا سکتا ہے اور اُس کا علاج بھی کیا جا سکتا ہے- جو کوئی اِس طریق کو سمجھ لیتا ہے وہ اپنا ہر مطلب مطالب اور مرتبہ حاصل کر لیتا ہے- حکمت کا یہ خزانہ عوام کی نظروں سے مخفی و پوشیدہ ہے کہ دین و دنیا پر مکمل تصرف کا یہ ایک خاص خزانہ ہے- تصورِ اسمِ اللہ ذات کی راہ وحدانیت کی راہ ہے- عطائے الٰہی کی اِس راہ کا تعلق ریاضت سے نہیں بلکہ راز سے ہے- اللہ تعالیٰ کا یہ فیض و فضل بامشاہدہ اور بے مجاہدہ ہے- اللہ تعالیٰ کے فضل کا یہ خزانہ رنج و ریاضت سے ہاتھ نہیں آتا-

(جاری ہے)

ABYAT-E-BAHOO

ابیاتِ باھُو

عشق دریا محبت دے وِچ تھی مردانہ تریئے ھو
جتھے لہر غضب دِیاں ٹھاٹھاں قدم اتھائیں دھریئے ھو
اوجھڑ جھنگ بلائیں بیلے، ویکھو ویکھ نہ ڈریئے ھو
نام فقیر تد تھیندا باھُوؒ جد وِچ طلب دے مریئے ھو

Within the river of ishq swim like a man's might Hoo
Where there are ferocious waves take step in despite Hoo
From dense wild bushes and jungles, without any fright Hoo
Faqeer name is when Bahoo die in its excite Hoo

Ishq darya muhabbat day wich thi mardana tariye Hoo
Jithay lahar Ghazab diya'N Tah tah'N uthaye'N dhariye Hoo
Oojha'R jhang bulaye'N wekho wekh nah Dariye Hoo
Naam faqeer ta'D thienda Bahoo jad wich talab day mariye Hoo

Translated by; M. A. Khan

تشریح:

شادی کنان مردانہ رو   گر سر رود رفتن بدہ

1- ”راہِ عشق میں پیار سے مردانہ وار قدم رکھ، اِس میں اگر سر جاتا ہے تو جانے دے“-(محک الفقر کلاں)

سفرِ طریقت کو بحسن و خوبی سرانجام دینے کے لیے طالب اللہ کے لیے مکمل ترک و توکل اور جرأت و بہادری کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں، جیسا کہ حضور سلطان العارفین (رحمۃ اللہ علیہ) ایک اور مقام پہ راہِ عشق کے مسافر کو نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: ”اگر تُو عاشق ہے تو رندانہ وار ہر مقامِ معرفت سے آگے نکل جا- اللہ تعالیٰ کے لازوال وصالِ باجمال میں اِس طرح غرق ہو جا کہ کسی حال میں بھی تو اُس سے غافل نہ رہے“ -(عقلِ بیدار)

آپ (رحمۃ اللہ علیہ) اپنے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

چناں غرق گردد بدریائے عشق   کہ ہر دم سر از عرش بالا کشد

”ہم نے دریائے عشق میں اِس شان سے شناوری کی کہ ہمارا سر ہمیشہ عرش سے اوپر ہی رہا“-(عین الفقر)

2: ”اَلسَّفَرُ قِطْعَةٌ مِنَ الْعَذَابِ“، ”سفر عذاب کا ایک ٹکڑا ہے“-(صحیح البخاری) یعنی زندگی کا کوئی بھی سفر آسان نہیں ہوتا- جہاں تک راہِ عشق و راہِ فقر کے سفر کا تعلق ہے، یہ تو ہے ہی طرح طرح کی مشکلات اور امتحانات سے بھرا ہوا- اس لیے آپ (رحمۃ اللہ علیہ) طالبِ حق کو ارشاد فرماتے ہیں: ”اے مردِ حق میدانِ معرفت میں آ جا، اگر اِس میں سر جاتا ہے تو جانے دے- براقِ عشق پر سوار ہو کر اِس میدان میں قدم رکھ، پھر اگر سر جاتا ہے تو جانے دے- گنجِ معرفت میں اپنے محبوب کا ہم مجلس ہو جا، اگر تجھ میں عقل و شعور ہے تو معرفتِ حق میں غرق ہو جا کہ عاشقوں کے مرنے کا انداز یہی ہے، پس اِس راہ میں سر اگر جاتا ہے تو جانے دے- آج وہ دن ہے کہ آج اگر جان بھی نکل جائے تو مَیں کسی اور طرف نہیں دیکھوں گا، آج اگر سر جاتا ہے تو جانے دے“-(محک الفقر کلاں)

3: ”عاشق ہرگز خوف زدہ نہیں ہوتے اور نہ ہی وہ کسی کی ملامت سے ڈرتے ہیں“ -(عقلِ بیدار)

بلکہ عاشقوں کی یہ کیفیت ہوتی ہے کہ دنیا کے غم تو کیا؟ وہ تو جان جانے سے بھی نہیں ڈرتے جیسا کہ آپ (رحمۃ اللہ علیہ) ارشاد فرماتے ہیں:

”جو اُس کی محبت کا جام پی لیتا ہے وہ جان سے بے جان ہونے سے ہرگز نہیں ڈرتا کیونکہ وہ لاھُوت میں رہ کر نظر لامکان پر رکھتا ہے“-(امیر الکونین)

بلکہ حضور سلطان العارفین (رحمۃ اللہ علیہ) نے امتِ محمدیہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) اور اولیاء اللہ کی شان تو کچھ یوں بیان فرمائی: ”اُمتِ محمدیہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی شان یہ ہے کہ حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کے اُمتی پانی کے ظاہری دریا پر کشتی سے کشتی جوڑ کر پختہ پُل بنا لیتے ہیں اور اُس پر عمارت بنا کر اُس میں رہائش پذیر ہو جاتے ہیں اور پھر زندہ دل آدمی کو تو موت کا ڈر ہی کیا“-(کلید التوحید کلاں)

4: اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

وَ اصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَ الْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ

” آپ اُن لوگوں میں رہا کریں جو اپنے ربّ کے دیدار کی طلب میں رات دن ذکر اللہ میں غرق رہتے ہیں“-(الکھف:28)

فقر کی طلب ہر انسان نہیں کرتا، بلکہ اس کی سعادت وہ شخص کرتا ہے جس پر اللہ عزوجل کا خصوصی کرم اور حضور نبی رحمت (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی نگاہِ شفقت ہو، جیسا کہ آپ (رحمۃ اللہ علیہ) ارشاد فرماتے ہیں: فقر کی طلب وہ شخص کرتا ہے جو صاحبِ معرفت ہو، فیض و فضل بخش ہو، حلالی و حلال طلب ہو، جس کا دل ذکرِ اَللّٰہُ سے زندہ ہو اور وہ فقرِ محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کا طالب ہو- پس دُنیا کا طالب وارثِ فرعون ہے اور فقر کا طالب وارثِ محمد رسول (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) ہے“-(محک الفقر کلاں)

یاد رہے کسی اہل اللہ سے فیض یاب ہونے کے لیے بھی طلبِ الٰہی شرطِ اولیں ہے اس لیے آپ (رحمۃ اللہ علیہ) طالب اللہ کو نصیحت فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

”سن اے سوختہ جان! دنیا و عقبیٰ دونوں کو پس پشت ڈال کر فقر فنا فی اللہ کی طلب میں استواری و استقامت حاصل کر تاکہ کوئی صاحبِ حق الیقین راہبرِ دین فقیر تیری دستگیری کرے- اللہ بس ماسویٰ اللہ ہوس“-(عین الفقر)

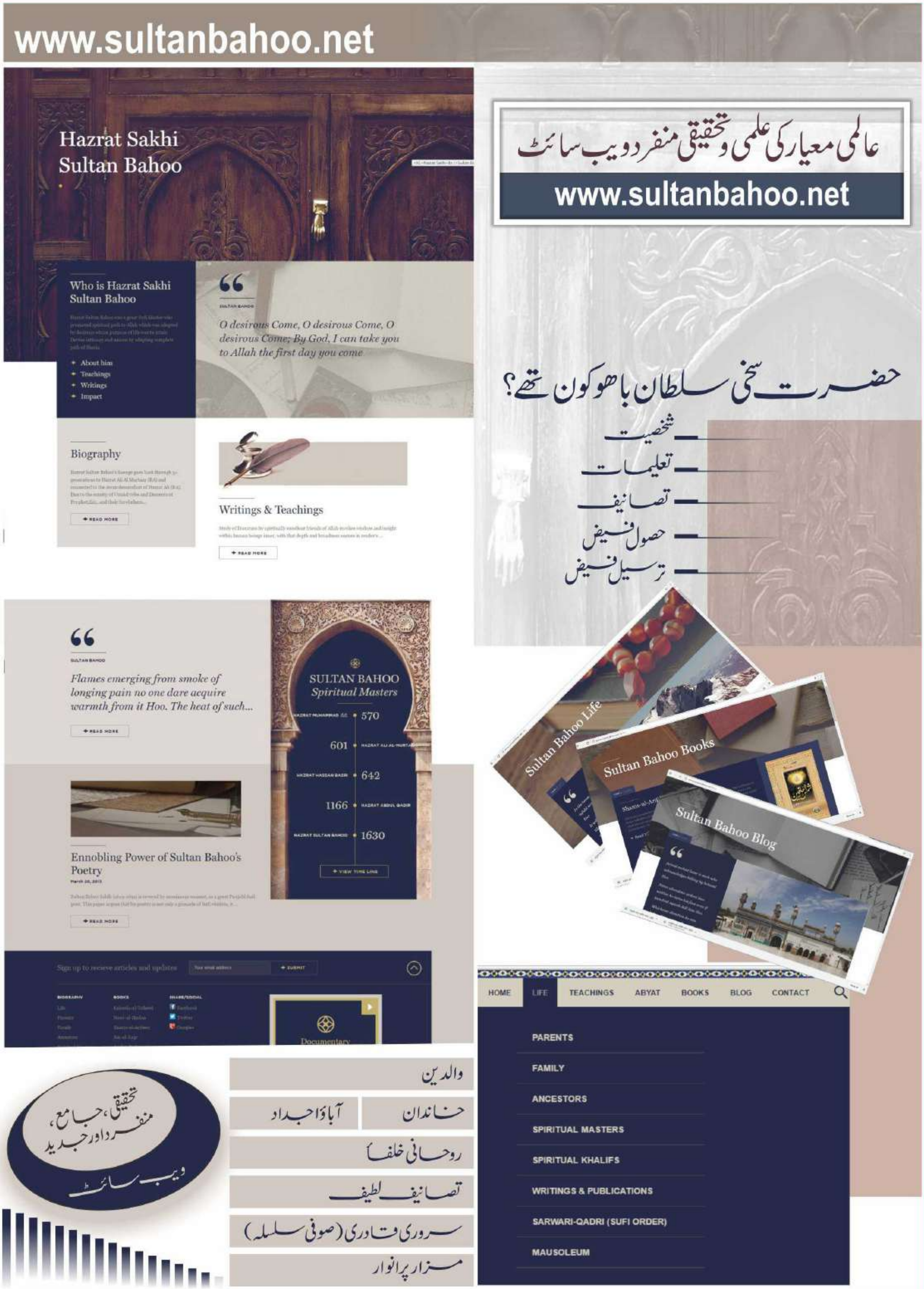
www.sultanbahoo.net
Hazrat Sakhi Sultan Bahoo
عالمی معیار کی علمی و تحقیقی منفرد ویب سائٹ
www.sultanbahoo.net
Who is Hazrat Sakhi Sultan Bahoo
About him
Teachings
Writings
Impact
O desirous Come, O desirous Come, O desirous Come; By God, I can take you to Allah the first day you come
حضرت سخی سلطان باھو کون تھے؟
شخصیت
تعلیمات
تصانیف
حصول فیض
ترسیل فیض
Biography
READ MORE
Writings & Teachings
READ MORE
Flames emerging from smoke of longing pain no one dare acquire warmth from it Hoo. The heat of such...
READ MORE
SULTAN BAHOO
Spiritual Masters
570
601
642
1166
1630
VIEW TIME LINE
Ennobling Power of Sultan Bahoo's Poetry
READ MORE
Sultan Bahoo Life
Sultan Bahoo Books
Sultan Bahoo Blog
HOME
LIFE
TEACHINGS
ABYAT
BOOKS
BLOG
CONTACT
PARENTS
FAMILY
ANCESTORS
SPIRITUAL MASTERS
SPIRITUAL KHALIFS
WRITINGS & PUBLICATIONS
SARWARI-QADRI (SUFI ORDER)
MAUSOLEUM
تحقیقی، جامع، منفرد اور جدید ویب سائٹ
والدین
خاندان
آباؤاجداد
روحانی خلفا
تصانیف لطیف
سروری قادری (صوفی سلسلہ)
مزار پرانوار